آڑھت کے بارے میں شرعی احکام سوالاً جواباً

مصنف: مولانا محمد فرحان افضل عطاری

زیرِ نگرانی، تحقیق و تصدیق

مولانا محمد ساجد مدنی عطاری مُدَّ ظِلُّہُ العالی

پیشکش: مجلسِ اِفتاء (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net

آڑھت کے بارے میں شرعی احکام سوالاً جواباً

مصنف

مولانا محمد فرحان افضل عطاری

زیرِ نگرانی، تحقیق و تصدیق

مولانا محمد ساجد مدنی عطاری مدظلہ العالی

پیشکش

مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)

www.dawateislami.net

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
	مقدمہ	7
1	آڑھتی کسے کہتے ہیں؟	9
2	آڑھتی کی شرعی حیثیت کیا ہے اور آڑھت کا کاروبار کرنا کیسا؟	9
	آڑھتی اور کسان کے درمیان پیش آنے والے قرض کے مسائل	11
3	آڑھتی کا کسان کو قرض دیتے وقت یہ شرط لگانا کہ کسان اسی آڑھتی کو فصل بیچے گا	11
4	اس کے جواز کی صورتیں	14
5	آڑھتی کا کسان کو قرض دیتے وقت یہ شرط لگانا کہ آڑھتی کسان کی فصل کم قیمت پر خریدے گا یا زیادہ آڑھت پر بیچے گا۔	18
6	کسان کا سامان ادھار بیچ کر آڑھتی کا اسے اپنی طرف سے قرض دینا اور بعد میں وہ رقم خریدار سے وصول کرنا	20
7	کسان کا آڑھتی کے پاس گندم وغیرہ رکھوا کر یہ کہنا کہ بعد میں یہ گندم یا اس کی قیمت لے لوں گا	22
8	آڑھتی کے پاس اس طرح گندم وغیرہ رکھنے کی جائز صورت	25
	آڑھتی اور کسان کے درمیان ہونے والی خرید و فروخت کے مسائل	27
9	آڑھتی کا کسان کو چیزیں ادھار بیچتے وقت یہ شرط لگانا کہ وہ اسی آڑھتی کو	27

www.dawateislami.net

	فصل بیچے گا یا زیادہ آڑھت پہ بکوائے گا	
10	کسان کو قرض دیتے یا چیزیں ادھار بیچتے وقت یہ شرط لگانا کہ کسان قیمت کے علاوہ کمیشن بھی ادا کرے گا	29
11	ادھار خرید و فروخت میں نقد کے مقابلے میں زیادہ ریٹ مقرر کرنا	30
12	کسان کا آڑھتی سے ادھار اشیاء خرید کر اسے ہی کم قیمت میں نقد بیچ دینا	33
13	کوالٹی میں فرق ہونے کی وجہ سے چاول کی چاول یا گندم کی گندم کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا	37
14	اس خرید و فروخت کے جواز کی مختلف صورتوں کا بیان	40
15	آڑھتی کا کسان کو دھوکہ دے کر اس سے کم قیمت میں مال خرید لینا	41
	آڑھتی اور کسان کے درمیان پیش آنے والے مختلف مسائل	43
16	کسان نے ایک آڑھتی سے قرض لے کر فصل کسی اور کو بیچ دی، تو اس وجہ سے آڑھتی کا کسان سے جرمانہ وصول کرنا	43
17	کسان نے ایک آڑھتی سے قرض لے کر فصل دوسرے آڑھتی کے ذریعے کمیشن پہ بکوائی، تو پہلے آڑھتی کا دوسرے آڑھتی سے بعض یا کل کمیشن لے لینا	44
18	سامان بکنے سے پہلے ہی کسان کا آڑھتی سے کچھ رقم لینا اور کہنا کہ مال بکنے پر حساب کر لیں گے	45
19	آڑھتی کا کسان سے پیشگی اجرت وصول کرنا	46
20	کسان کا سامان بیچنے کے بعد آڑھتی کا اپنے تعلقات بحال رکھنے	47

www.dawateislami.net

	کے لیے قیمت وصول کرنے میں تاخیر کرنا	
21	آڑھتی کا کسان کے لیے ضامن بننا یعنی یہ کہنا کہ اگر خریدار نے رقم نہ دی تو میں ادا کروں گا	49
	کمیشن کے مسائل	50
22	آڑھتی کا کسان اور خریدار دونوں سے کمیشن وصول کرنا	50
23	آڑھتی کا کسان کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے اس سے کم کمیشن لینا یا بالکل معاف کر دینا اور وہ کمیشن خریدار سے وصول کرنا	52
24	آڑھتی کا فی بوری یا فی پیٹی کے حساب سے کمیشن طے کرنا	53
	منڈی میں خرید و فروخت کے وقت پیش آنے والے مسائل	54
25	آڑھتی کا اپنے کام کے لیے رکھے ہوئے افراد کی اجرت خریدار سے وصول کرنا	54
26	آڑھتی یا اس کے منشی کا بیچے ہوئے مال میں سے ڈالی کے نام پر پھل اٹھالینا	58
27	آڑھتی کا مسجد، مدرسہ وغیرہ کسی فلاحی کام کے لیے کچھ رقم فنڈ کے نام پر خریدار سے وصول کرنا	60
28	آڑھتی کا کسان کی غیر موجودگی میں زیادہ قیمت کا سامان بیچ کر کسان کو کم قیمت بتانا	61
29	آڑھتی کا گناہ سے بچ کر زیادہ نفع کمانے کی ایک صورت کا بیان	63
30	آڑھتی کا گورنمنٹ کے مقرر کردہ ریٹ سے زیادہ ریٹ	64

www.dawateislami.net

	پر چیز بیچنا اور کھاتے میں کم قیمت لکھنا	
31	ناپاک پانی سے سیراب کی گئی زمین کی سبزیوں کی خرید و فروخت کرنا	66
32	بولی کے ذریعے خرید و فروخت کرنا	67
33	پیٹیوں میں اوپر اچھا اور نیچے خراب پھل ڈال کر فروخت کرنا	69
34	خریدنے کے بعد پیٹیوں کے نیچے سے خراب پھل نکلا یا بہت زیادہ گھاس یا بھوسہ نکلا تو کیا حکم ہے؟	70
35	اگر خریدار کو معلوم تھا کہ پیٹیوں کے نیچے خراب پھل ہے، اس کے باوجود خرید لیا، تو اس صورت میں پھل واپس کرنے کا حکم	72
36	بیچنے والے نے کہہ دیا ہے کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں، تو وہ چیز واپس کرنے کا حکم	73
37	تاجروں کا بات بات پہ قسم کھانا اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال فروخت کرنا	76
38	آڑھتی کا ناپ تول میں کمی کرنا	78
	متفرق مسائل	80
39	آڑھتی کا کسان کو مختلف قسم کے تحائف دینا تاکہ وہ اس کی بنیاد پہ آڑھتی کو فصل بیچتا رہے	80
40	آڑھتی کا فصل کے موسم میں مختلف چیزیں خرید کر اسٹاک کر لینا اور بعد میں مہنگا کر کے بیچنا	81
41	منڈی میں سرکاری جگہ پہ بیٹھ کر مال فروخت کرنے والے افراد سے آڑھتی کا کرایہ وصول کرنا	84

www.dawateislami.net

42	آڑھتی کا کسان کی غیر موجودگی میں اس کا مال تبدیل یا چوری کر لینا	86
43	آڑھتی کے پاس سے کسان کا مال چوری ہو گیا، تو کیا آڑھتی پر تاوان ہو گا؟	87
44	آڑھتی کا لوگوں سے کاروبار کے نام پر رقم لینا اور اس پر انہیں پرافٹ دینا	90
45	لوگوں سے اس طرح کاروبار کے لیے رقم لینے کی جائز صورت	93
46	کسانوں کو قرض فراہم کرنے والے اداروں سے اضافی رقم دینے کی شرط پر قرض لینا	95
	ماشا خَور اور پَھڑیوں کے کاروبار کی تفصیل اور احکام	96
47	ماشاخور کا آڑھتی سے مال خرید کر اسے پرافٹ کے ساتھ بیچنا	96
48	ماشاخور کے پاس مال کم ہو، تو اس کا آڑھتی سے مال منگوا کر آگے بیچنا	96
49	ماشاخور کا آڑھتی سے مال خریدنے کے بعد اسے منگوائے بغیر آگے بیچ دینا	97
50	ماشاخور کا سامان خریدے بغیر آگے بیچ دینا	98
51	ماشاخور کا آڑھتی کے پاس فقط گاہک بھیجنے پر کمیشن وصول کرنا	99

www.dawateislami.net

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، تو اس کے لیے زندگی بسر کرنے کے اسباب بھی پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ترجمہ کنز العرفان: ”اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی گزارنے کے اسباب بنائے، تم بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔“

انسان کو زندگی گزارنے اور جسمانی قوت بحال رکھنے کے لیے بہت سی چیزوں کی ضرورت پیش آتی ہے، جن میں اشیائے خورد و نوش (کھانے پینے کی اشیاء) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اشیاء کھانے پینے کی ہوں یا ان کے علاوہ دیگر ضروریاتِ زندگی، بہر حال ان کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے، گویا تجارت وہ ناگزیر ضرورت ہے، جس کے بغیر انسانی معاشرے کا نظام نہیں چل سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو تجارت کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: ”علیکم بالتجارة فإن فیها تسعة أعشار الرزق “تم پر تجارت کو اختیار کرنا لازم ہے، کیونکہ رزق کے دس حصوں میں سے نو حصے اسی میں ہیں۔

(احیاء علوم الدین، جلد2، صفحہ62، دار المعرفہ، بیروت)

پھر تجارت کا میدان بہت وسیع ہے، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید وسعت پیدا ہوتی جا رہی ہے، آئے دن جدید تجارتی شکلیں نمو دار ہو رہی ہیں۔ تجارت ہی کے شعبوں میں سے ایک شعبہ آڑھت کا نظام بھی ہے۔ غلہ منڈی، فروٹ منڈی اور سبزی منڈی میں عام طور پر خرید و فروخت اسی نظام کے تحت ہوتی ہے اور یہ نظام فقط منڈیوں تک ہی محدود نہیں، بلکہ کسانوں اور زمینداروں کے ساتھ بھی اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ الغرض آڑھتی نظام بھی میدانِ تجارت میں بہت سی جگہ گھیرے ہوئے ہے۔ اسلام چونکہ مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے، جس طرح زندگی کے دیگر شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے، اسی طرح تجارت کے معاملے میں

www.dawateislami.net

بھی پوری رہنمائی کرتا ہے، آڑھت کے حوالے سے بھی اسلامی اصول مقرر ہیں، مگر رائج آڑھتی نظام کا اگر بغور جائزہ لیا جائے، تو افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس طرح تجارت کے دیگر شعبوں میں بہت سی شرعی خرابیوں نے جگہ لے لی ہے، یونہی آڑھتی نظام میں بھی شرعی خرابیاں کم نہیں، بلکہ مزید بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ سود، جھوٹ، دھوکہ، فراڈ اور ظلم وغیرہ برائیوں کا ارتکاب اس میں سرِ فہرست ہے۔ بہت ہی کم افراد ایسے ہیں، جو شرعی خرابیوں سے بچتے ہوئے یہ کام کرتے ہیں۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر استاذِ محترم، شیخ الحدیث والتفسیر، حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ نے مجھے آڑھت سے متعلق پیش آنے والے مسائل پر مشتمل ایک کتاب مرتب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے اس پر کام شروع کر دیا، جو بفضلہ تعالیٰ پایہ تکمیل تک پہنچ چکا۔ ابتدائی کام مکمل ہونے کے بعد مولانا ساجد مدنی عطاری مدظلہ العالی نے اس کتاب کا بغور اور بنظرِ تفتیش مطالعہ کیا اور شرعی تفتیش کے ساتھ ساتھ کتاب کو بہتر و آسان بنانے کے لیے مختلف قسم کی تبدیلیوں کے مشورے دیئے اور کچھ مقامات پر خود بھی تبدیلیاں کیں۔ آسانی کے پیشِ نظر مسائل کو سوال وجواب کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

فرحان افضل عطاری

11.12.2020

www.dawateislami.net

بسمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحبک یاحبیب اللہ

آڑھت کے بارے میں شرعی احکام

سوال نمبر:1

آڑھتی کسے کہتے ہیں؟

جواب:

غلہ منڈی، فروٹ منڈی اور سبزی منڈی وغیرہ میں لوگوں کا مال کمیشن پر فروخت کرنے کو آڑھت کہتے ہیں اور یہ کاروبار کرنے والا شخص آڑھتی کہلاتا ہے۔

سوال نمبر:2

آڑھتی کی شرعی حیثیت کیا ہے اور آڑھت کا کاروبار کرنا کیسا ہے؟

جواب:

آڑھتی کی شرعی حیثیت بروکر کی ہے اور بروکر کا اجارہ یعنی اجرت دے کر اس سے کام کروانا شرعی طور پر جائز ہے۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ بروکر کے اجارے میں نہ وقت کی مقدار مقرر ہوتی ہے اور نہ ہی کام کی اور اجارے کے اصولوں کے مطابق ایسا اجارہ درست نہیں ہوتا، لیکن لوگوں کی حاجت اور عرف کی وجہ سے فقہائے کرام نے اس کی اجازت دی ہے، کیونکہ بہت سے افراد دیگر کاموں میں تو مہارت رکھتے ہیں، لیکن خرید و فروخت وغیرہ معاملات سے نابلد (انجان) ہوتے ہیں، گاہک تلاش کرنے، چیز کا بھاؤ کرنے، اسے پرکھنے، اس کے عیوب پر مطلع ہونے وغیرہ امور میں انہیں دشواری پیش آتی ہے اور کچھ کے پاس خرید و فروخت وغیرہ معاملات کے لیے وقت ہی نہیں

www.dawateislami.net

ہوتا،لہذا ایسے افراد کو اس فیلڈ کے ماہرین کی مدد کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ ان سے مدد لیتے بھی ہیں۔ اسی حاجت اور تعامل کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے بروکر (دلال) کے اجارے کو جائز قرار دیا ہے۔ پس جب اس کا اجارہ جائز ہے، تو یہ کام کرنا بھی شرعاً جائز ہے اور شریعت کا عام اصول ہے کہ کاروبار خواہ آڑھت کا ہو یا کوئی اور، اگر اُس میں شرعی احکام کی پاس داری کی جائے، تو وہ کاروبار نہ صرف جائز، بلکہ اچھی نیت کے ساتھ باعثِ ثواب اور باعثِ برکت بھی ہوتا ہے اور اگر اس میں شرعی احکام کی پاس داری نہ کی جائے، تو وہی کاروبار ناجائز اور اُخروی وبال کا باعث بن جاتا ہے اور اس سے برکت بھی اٹھالی جاتی ہے۔

شرعی احکام کو مدِ نظر رکھنے والے تاجر کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء"ترجمہ:سچ بولنے والا اور امانت دار تاجر (بروزِ قیامت) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

(جامع ترمذی، جلد2، صفحہ506، مطبوعہ بیروت)

اور ایک دوسری حدیث میں تاجروں کے بارے میں فرمایا:"التجار یحشرون یوم القیامۃ فجارا ،الا من اتقی اللہ وبر وصدق"ترجمہ:بروزِ قیامت تاجر گنہگار اٹھائے جائیں گے، مگر وہ جو اللہ سے ڈرے، بھلائی کرے اور سچ بولے۔

(سنن دارمی، جلد3، صفحہ1692، مطبوعہ عرب شریف)

بروکر کے اجارے کے متعلق غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر میں فتاوی ولوالجیہ کے حوالے سے ہے:"اجرۃ السمسار والمنادی والحمامی وما اشبہ ذلک مما لا تقدیر فیہ للوقت ولا مقدار لما یستحق بالعقد وللناس فیہ حاجۃ جائزۃ وان کان فی الاصل فاسدا، لحاجۃ الناس الی ذلک"ترجمہ:دلال، منادی (اعلان کرنے والے)، حمام

www.dawateislami.net

کے نگران اور اس جیسے ان لوگوں کی اجرت کہ جن کے کام میں وقت کی مقدار مقرر نہیں ہوتی اور نہ اس (کام) کی مقدار (مقرر) ہوتی ہے جس کا استحقاق عقد کے ذریعے ہے اور اس میں لوگوں کو حاجت بھی ہے، تو لوگوں کی حاجت اس سے متعلق ہونے کی وجہ سے (ان تمام لوگوں کی) اجرت جائز ہے، اگرچہ اصل میں یہ (عقد) فاسد تھا۔

(غمز عیون البصائر، جلد3، صفحہ130، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور فتاوی شامی میں ہے:"وفی الحاوی سئل محمد بن مسلمة عن اجرة السمسار، فقال: ارجو لا بأس به وان کان فی الاصل فاسدا، لکثرة التعامل و کثیر من هذا غیر جائز فجوزوه لحاجة الناس الیه" ترجمہ: اور حاوی میں ہے: محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلال کی اجرت سے متعلق سوال ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:"اگرچہ اصل کے اعتبار سے یہ فاسد ہے، مگر مجھے امید ہے کہ کثرت تعامل کی وجہ سے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیے کہ اجارے کے بہت سے مسائل ایسے ہیں، جو جائز نہیں تھے، لیکن علماء و فقہاء نے لوگوں کی حاجت کی وجہ سے ان کے جواز کا حکم دیا ہے۔"

(رد المحتار مع الدر المختار، جلد9، صفحہ107، مطبوعہ کوئٹہ)

آڑھتی اور کسان کے درمیان پیش آنے والے قرض کے مسائل

سوال نمبر:3

عام طور پر آڑھتی کسانوں کو کاشتکاری کے لیے قرض دیتے ہیں اور قرض دیتے وقت یہ شرط لگاتے ہیں کہ کسان اپنی پیداوار اُسی آڑھتی کو بیچے گا یا اسی کے ذریعے کمیشن پہ بِکوائے گا۔ کیا قرض دیتے وقت اس طرح کی شرط لگانا درست ہے؟

www.dawateislami.net

جواب:

آڑھتی کا کسان کو اس شرط کے ساتھ قرض دینا (کہ کسان اپنا مال اُسی آڑھتی کو بیچے گا یا اسی کے ذریعے کمیشن پہ بکوائے گا) سود کی ایک صورت ہے اور ناجائز و حرام ہے۔ یونہی قرض دیتے وقت صراحۃً (یعنی لفظوں میں) تو یہ طے نہ ہو، لیکن دلالۃً طے ہو، یعنی وہاں یہ بات مشہور و معروف ہو کہ جب کسی آڑھتی سے قرض لیا جائے، تو مال اسی کو بیچنا ہو گا یا اُسی کے ذریعے کمیشن پہ بکوانا پڑے گا، تو یہ معاملہ بھی سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام اور گناہ ہے، کیونکہ قرض کی واپسی پر صرف طے شدہ اضافی روپے لینا ہی سود نہیں ہے، بلکہ قرض کی بنا پر کوئی بھی مشروط نفع و فائدہ سود ہی ہے اور یہاں آڑھتی ہی کو بیچنا یا اسی کے ذریعے کمیشن پر بیچنا، اس قرض دینے والے آڑھتی کا نفع ہے اور یہاں کسان قرض لینے کی وجہ سے ہی اس چیز کا پابند ہے، کیونکہ اگر قرض نہ لیا ہوتا، تو کوئی بھی اس طرح پابند نہ ہوتا اور قرض کی وجہ سے جو بھی نفع حاصل کیا جائے، حدیث کے حکم کے مطابق وہ سود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل قرض جر منفعة فهو ربا" ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع کھینچے وہ سود ہے۔

(کنز العمال، جلد16، صفحہ238، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "اگر عقد قرض پہلے ہو اور یہ بیع اس میں نصاً یا دلالۃً مشروط ([1]) ہو تو اس میں اختلاف ہے، بعض علماء اجازت دیتے ہیں کہ یہ بیع بشرط القرض

([1]) یہاں اصل نسخے میں لفظِ "نہ" ہے اور وہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، اصل عبارت یوں ہونی چاہیے "نصاً یا دلالۃً مشروط ہو" جیسا کہ سیاق و سباق سے واضح ہے۔ ہم نے صحیح کر کے لکھ دیا ہے۔

www.dawateislami.net

نہیں، بلکہ قرض بشرط البیع ہے اور قرض شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا اور راجح یہ ہے کہ یہ بھی ممنوع ہے کہ اگرچہ شرط مفسدِ قرض نہیں، مگر یہ وہ قرض ہے جس کے ذریعہ سے ایک منفعت قرض دینے والے نے حاصل کی اور یہ ناجائز ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "کل قرض جر منفعة فهو ربوا" جو قرض نفع کھینچے وہ سود ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 17، صفحہ 275، رضا فاونڈیشن، لاہور)

اہم وضاحت: بعض آڑھتیوں کو اس طرح قرض کے لین دین کے بارے میں بتایا جائے کہ یہ جائز نہیں ہے، تو وہ یوں کہتے ہیں کہ "یہ رقم فصل کی ایڈوانس قیمت بھی تو ہو سکتی ہے، لہذا یہ معاملہ ٹھیک ہے" حالانکہ ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ یہاں عمومی طور پر رقم دیتے وقت صراحۃ یا دلالۃ کسی بھی طرح سے آپس میں سودا طے کرنا نہیں پایا جاتا، جبکہ خرید و فروخت کے لیے صراحۃ یا دلالۃ سودا طے ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر خرید و فروخت منعقد ہی نہیں ہوتی، لہذا یہ رقم فصل کی ایڈوانس قیمت نہیں ہو سکتی، بلکہ قرض ہی ہے، جس کا حکم اوپر بیان ہو چکا۔

اگر ہم یہاں خرید و فروخت تسلیم کرتے ہوئے اس رقم کو فصل کی ایڈوانس قیمت قرار دیں، تب بھی خرید و فروخت کا یہ معاملہ درست نہیں ہو گا، کیونکہ خرید و فروخت صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں قیمت مقرر ہو اور قیمت کے مقابلے میں خریدی جانے والی چیز اور اس کی مقدار وغیرہ معلوم و متعین ہو، اگر قیمت یا بیچی جانے والی چیز میں ایسی جہالت پائی جائے، جو بعد میں جھگڑے کا باعث بن سکتی ہے، تو اس کی وجہ سے عقد (معاہدہ / ایگریمنٹ) فاسد ہو جاتا ہے اور ایسے ناجائز معاہدے کی وجہ سے عاقدین یعنی معاہدہ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں، اگر ایسا عقد کر بھی لیا جائے، تو اسے توڑنا واجب ہوتا ہے، جبکہ یہاں کسان کو رقم دیتے وقت یہ طے نہیں کیا جاتا کہ اس رقم کے بدلے کس کو الٹی کی، کتنی فصل خریدی جا رہی ہے، لہذا اس اعتبار سے

www.dawateislami.net

بھی یہ معاملہ درست نہیں ہے۔

خرید و فروخت کے لیے ایجاب و قبول کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے:" أن ركنه الإيجاب والقبول الدالان على التبادل أو ما يقوم مقامهما من التعاطي، فركنه الفعل الدال على الرضا بتبادل الملكين من قول أو فعل "ترجمہ: بیع کا رکن ایجاب و قبول کے ایسے الفاظ ہیں، جو تبادلے پر دلالت کریں یا جو چیز اس ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو، یعنی کچھ بولے بغیر باہم لین دین کرنا، پس بیع کا رکن ایسا فعل ہے جو دو مملوکہ چیزوں کے باہم تبادلے میں رضامندی پر دلالت کرے، چاہے وہ قول ہو یا کوئی عمل۔

(فتاوی شامی، جلد4، صفحہ504، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

خرید و فروخت میں قیمت اور بیچی جانے والی چیز کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے:"جهالة المبيع او الثمن مانعة جواز البيع اذا كان يتعذر معها التسليم "ترجمہ: مبیع یا ثمن کی جہالت بیع کے جائز ہونے سے مانع ہے، جبکہ اس کی وجہ سے سپرد کرنا متعذر ہو۔ (فتاوی ھندیہ، جلد3، صفحہ122، مطبوعہ دار الفکر)

اور صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بیع کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بیان کرتے ہیں:"مبیع و ثمن دونوں اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع (جھگڑا) پیدا نہ ہو سکے، اگر مجہول ہوں کہ نزاع ہو سکتی ہو، تو بیع صحیح نہیں، مثلاً: اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچی یا اس چیز کو واجبی دام پر بیچا یا اس قیمت پر بیچا جو فلاں شخص بتائے۔

(بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ617، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:4

اگر اس طرح قرض کا لین دین ناجائز ہے، تو کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

www.dawateislami.net

جواب:

اس کے جواز کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

کسان کو قرض دینے والے آڑھتی کو بیچنے کی پہلی جائز صورت:

کسان کو قرض دیتے وقت واضح الفاظ میں بیان کر دیا جائے کہ اس قرض کی بنیاد پہ آپ مجھے مال فروخت کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے، میں آپ سے بس اپنا قرض واپس لوں گا، مال بیچنا یا نہ بیچنا تمہاری مرضی ہو گی۔ اس صراحت کے بعد قرض کا لین دین جائز ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد کسان کی اپنی مرضی ہے کہ کسی دوسرے کو بیچے یا اِسی آڑھتی کو اور اس صورت میں قرض خواہ آڑھتی ہر گز اسے مجبور نہیں کر سکتا اور اگر کسان اپنی رضامندی سے اسی آڑھتی کو مال بیچنا چاہے ، تو اس کا بیچنا اور آڑھتی کا خریدنا بھی شرعاً جائز ہو جائے گا، جبکہ کوئی اور شرعی خرابی نہ پائی جائے۔

کسان کو قرض دینے والے آڑھتی کو بیچنے کی دوسری جائز صورت:

رقم دینے والے اور لینے والے قرض کی صورت اختیار نہ کریں، بلکہ بیع سَلَم کی شرائط مدِ نظر رکھتے ہوئے باہم بیع سلم کر لیں۔ بیع سلم خرید و فروخت کا ایسا طریقہ ہے جس میں اس چیز کا بیچنا بھی شرعی طور پر جائز ہو جاتا ہے، جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو اور اس معاہدے میں خریدار اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ چیز کا معاوضہ معاہدہ کرتے وقت ہی ادا کر دے، البتہ چیز اس کو ایک طے شدہ مدت کے بعد ملتی ہے۔ اس طریقے سے خرید و فروخت کرنے میں آڑھتی اور کسان دونوں کی ضرورت پوری ہو جائے گی یعنی کسان کو فوری رقم مل جائے گی اور آڑھتی کو مخصوص مدت کے بعد فصل مل جائے گی۔

لیکن اس خرید و فروخت کا مخصوص طریقہ اور مخصوص شرائط ہیں جنہیں پورا کرنا ضروری ہے، مثلاً اس میں معاہدہ کرتے وقت بیچی جانے والی چیز کی جنس (یعنی وہ کیا چیز ہے) اس کی قسم، کوالٹی، مقدار اور ادائیگی کی مدت اور ادائیگی کا مقام طے کرنا ضروری ہوتا ہے، مثلاً: اگر گندم کی

www.dawateislami.net

خرید و فروخت کا معاملہ ہو، تو گندم بیچنے والا یوں کہے کہ: "میں نے تمہیں فلاں کوالٹی کی، اتنے من گندم، اتنے روپے میں بیچی، جو اتنے مہینوں بعد فلاں جگہ سپرد کی جائے گی" اور خریدار کہے کہ: "میں نے خریدی" پھر وہ رقم اسی مجلس میں سپرد کر دے۔ اسی مجلس میں اگر مکمل رقم ادا نہ کی گئی، تو یہ معاملہ حرام ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ بیع سلم کے طور پر جو چیز خریدی جا رہی ہے، وہ اس قسم کی ہونی چاہیے کہ خرید و فروخت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک بازار سے مل سکے، ورنہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا، مثلاً گندم کی خریداری میں نئی گندم دینے کا تذکرہ نہ کیا جائے، کیونکہ اگر نئی گندم اس وقت بازار میں موجود نہ ہوئی، تو بیع سلم درست نہیں ہو گی۔

نیز گندم دینے کی مدت ایک ماہ یا اس سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔ مدت ایک ماہ سے کم نہیں رکھ سکتے۔

بیع سلم کی زیادہ وضاحت کے ساتھ مثال کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتوی ملاحظہ فرمائیں، آپ سے سوال ہوا: "کٹوتی کا روپیہ پیشگی دے دیا اور اناج فصل پر لینا ٹھہرا، کن کن شرطوں سے جائز ہے؟"

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیع سلم قرار دینے کے بعد بیع سلم کی شرائط بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اسے بیع سلم کہتے ہیں، یہ بارہ شرطوں سے جائز ہوتی ہے، اگر ان میں سے ایک بھی کم ہو گی، تو بالکل ناجائز اور سود ہو جائے گی۔

(۱) اس شے کی جنس بیان کر دی جائے، مثلاً: گیہوں (یعنی گندم) یا چاول۔

(۲) وہ جنس اگر کئی قسم کی ہوتی ہے، تو اس کی قسم معین کر دی جائے، جیسے چاول میں باسمتی۔

(۳) اس کی صفت بیان کر دی جائے، مثلاً: عمدہ یا ناقص۔

www.dawateislami.net

(۴)اس کی مقدار معین کر دی جائے، مثلا: اتنے من۔

(۵)میعاد (یعنی ادائیگی کی مدت) معین کر دی جائے، جو ایک مہینہ سے کم نہ ہو۔

(۶)اگر وہ چیز باربرداری (کسی جگہ اٹھا کر پہنچانے) کی ہے، جس کے یہاں سے وہاں لے جانے میں خرچ ہو گا، تو وہ جگہ بھی معین کی جائے، جہاں پہنچنا منظور ہے۔

(۷)ثمن (آپس کی طے شدہ قیمت یعنی کرنسی وغیرہ) کی بھی تعیین ہو جائے، مثلا: روپے یا اشرفی۔

(۸)اگر وہ ثمن چند قسم کا ہوتا ہے، تو قسم بھی معین کر دے، مثلا: اشرفی محمد شاہی یا انگریزی۔

(۹)کھرے، کھوٹے کا بیان بھی ہو، (کھرا کھوٹا ہونا پرانے زمانے کی اشرفیوں وغیرہ میں ہوتا تھا)۔

(۱۰)اگر ثمن اس قسم کا ہے کہ اس کے ہر ٹکڑے کے مقابل شے مبیع کا ٹکڑا ہوتا ہے، جیسے سونا، چاندی۔۔ تو ایسے ثمن کی تعیین مقدار بھی ضرور ہے۔۔یہ دسوں باتیں خاص عقد ایجاب وقبول میں بیان کرنی ضروری ہیں۔ **مثال اس کی یہ ہے کہ زید، عمرو سے کہے: میں نے تجھ سے بریلی کی تول (پیمائش) سے، دس من پختہ چاول، نسراج کھرے، بالعوض سو روپے انگریزی چہرہ دار کے، آج سے چار مہینے کے وعدہ پر، بریلی پہنچتے ہوئے خریدے۔ وہ کہے: میں نے بیچے یا میں نے تجھ سے بدایوں کے وزن سے، چار من پکا گھی بھینس کا خالص، آج سے دو مہینے کے وعدہ پر مرادآباد پہنچتا ہوا، بالعوض چھ اشرفی محمد شاہی بیس بیس روپے والی کے خریدا۔ وہ کہے: میں نے بیچا۔ یہ سب باتیں خوب خیال کر لی جائیں کہ لوگوں میں آج کل بیع سلم کا بہت رواج ہے، ان زبانی شرطوں کے ترک سے حلال کو ناحق اپنے لیے حرام کر لیتے اور خدا کے گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔**

(۱۱)شرط یہ کہ (آپس میں سودا کرنے کے) اسی جلسہ میں ثمن ادا کر دیا جائے۔

(۱۲)وہ چیز اس قسم کی ہو کہ روزِ عقد سے ختم میعاد تک ہر وقت بازار میں مل سکے، ورنہ عقد ناجائز ہو گا۔ اسی لیے اگر گیہوں کی کٹوتی میں یہ لفظ کہہ دیئے کہ نئے گیہوں لیں گے اور اس

www.dawateislami.net

وقت نیا گیہوں بازار میں نہیں، تو ناجائز و گناہ ہے اور اسی سبب سے رس کی کٹوتی جو ایکھوں کے وقت کرتے ہیں، حرام ہوئی کہ رس اس وقت بازار میں نہیں ہوتا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ569تا571، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

نوٹ: بیع سلم کن چیزوں میں ہو سکتی ہے اور کن میں نہیں اور اس کے مزید احکام و مسائل جاننے کے لیے بہارِ شریعت، جلد2، حصہ 11 سے بیع سلم کے باب کا مطالعہ فرمائیں۔ چونکہ عام طور پر لوگوں کو اس کی شرائط اور طریقہ کار معلوم نہیں ہوتا، اس لیے اگر کسی نے بیع سلم کا یہ طریقہ اپنانا ہو تو بہتر ہے کہ وہ کسی مستند سنی مفتی صاحب سے اچھی طرح سیکھ کر پھر یہ معاملہ کرے، تاکہ گناہ سے بچ سکے۔

سوال نمبر:5

کئی مرتبہ قرض دیتے وقت صراحۃً یا دلالۃً یہ بھی طے ہوتا ہے کہ آڑھتی کسان سے مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت پر فصل خریدے گا، مثلاً: ہزار روپے کی چیز ساڑھے نو سو روپے کے حساب سے خریدے گا یا مارکیٹ میں رائج اجرت سے زیادہ آڑھت لے کر بیچے گا، مثلاً: دوسرے عام آڑھتی کو سو میں دو روپے کمیشن دی جاتی ہے، تو قرض دینے والے آڑھتی کو تین روپے کمیشن دی جائے گی۔ کیا اس طرح مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت پر فصل خریدنے اور زیادہ آڑھت لینے کی شرط لگانا درست ہے؟

جواب:

قرض دیتے وقت اگر صراحۃً یا دلالۃً[2] یہ طے ہو کہ آڑھتی کسان سے مارکیٹ ریٹ سے کم

---

[2] صراحۃً کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شرط واضح طور پر لفظوں میں بیان کر کے طے کر لی جائے اور دلالۃً کا مفہوم یہ ہے کہ واضح طور پر لفظوں میں تو شرط طے نہیں کی، لیکن جہاں یہ معاملہ ہو رہا ہے وہاں مشہور و معروف ہے کہ اس معاملے میں یہ شرط ہوتی ہی ہوتی ہے، چاہے لفظوں میں اسے بیان نہ بھی کیا جائے۔

www.dawateislami.net

قیمت پر فصل خریدے گا یا اس کی فصل زیادہ آڑھت لے کر بیچے گا، تو یہ سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہے، کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا کہ قرض دیتے وقت اسی آڑھتی کو فصل بیچنے کی شرط لگانا ہی جائز نہیں ہے کہ یہ قرض پر نفع حاصل کرنا ہے، نیز یہاں فصل خریدنے کی صورت میں مارکیٹ ریٹ سے قیمت کم ہونے اور آڑھت پہ بیچنے کی صورت میں آڑھت زیادہ ہونے کی جو منفعت حاصل ہو رہی ہے، وہ بھی اسی قرض کی وجہ سے ہے اور قرض کی وجہ سے جو بھی منفعت حاصل ہو، وہ سود ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل قرض جر منفعة فهو ربا" ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع کھینچے، تو وہ سود ہے۔ (کنز العمال، جلد16، صفحہ238، مؤسسة الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: "زید نے عمرو کو روپیہ اس شرط پر دیا کہ چار ماہ کے بعد تم سے روپیہ مذکور کے پچیس من گندم لیں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟" تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "اگر روپیہ قرض دیا اور یہ شرط کر لی کہ چار مہینے کے بعد ایک روپے کے پچیس من گیہوں لیں گے اور نرخ بازار پچیس سیر سے بہت کم ہے، تو یہ محض سود اور سخت حرام ہے، حدیث میں ہے: "کل قرض جر منفعة فهو ربوا" جو قرض نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ334، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نوٹ: پھر عُرف سے بڑھ کر زیادہ آڑھت لینے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ آڑھتی کی شرعی حیثیت دلال / بروکر کی ہوتی ہے اور دلال فقط اجرتِ مثل کا مستحق ہوتا ہے (یعنی اتنے کام کی عرف میں جتنی اجرت چل رہی ہو، اتنی ہی لے سکتا ہے) اس سے زیادہ کا حقدار نہیں ہوتا، حتی کہ اگر زیادہ مقرر کر لی، تب بھی اجرت مثل ہی ملے گی، لہذا اس اعتبار سے بھی آڑھتی کا عرف سے زیادہ کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔

www.dawateislami.net

محیطِ برہانی میں ہے:"وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن من كل عشرة دنانير كذا، فذلك حرام عليهم "ترجمہ:اور دلال اور سمسار(مختلف بروکرز کے اجارے میں) اجرتِ مثل واجب ہوتی ہے اور وہ جو یہ شرط لگاتے ہیں کہ ہر دس (دینار) میں اتنے دینار دینے ہوں گے، تو یہ حرام ہے۔

(محیطِ برھانی، جلد7، صفحہ485، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور غمز عیون البصائر میں اس کی علت یوں بیان کی گئی ہے:"وجوب أجر المثل معلل بأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة إلا أنه غير مقدر بقدر فيجب أجر المثل "ترجمہ:اجرتِ مثل واجب ہونے کی علت یہ ہے کہ اس عمل کا استحقاق اگرچہ عقدِ اجارہ کے سبب ہوا ہے، لیکن اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، لہذا اجرتِ مثل واجب ہو گی۔

(غمز عیون البصائر، جلد3، صفحہ129، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سوال نمبر:6

بعض اوقات کسان اپنا سامان بیچنے کے لیے آڑھتی کی دوکان پہ پہنچا دیتا ہے، پھر آڑھتی کسان کی رضامندی سے وہ سامان ادھار بیچ دیتا ہے اور کسان کو فوراً پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے، تو وہ آڑھتی سے کہتا ہے کہ آپ مجھے اپنے پاس سے رقم دے دو، آپ خریدار سے وصول کر لینا، آڑھتی کسان کو رقم دے دیتا ہے اور بعد میں اتنی رقم خریدار سے وصول کر لیتا ہے۔ کیا یہ طریقہ درست ہے؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں جتنی رقم خریدار سے وصول کرنی ہے، اگر اتنی ہی رقم آڑھتی کسان کو دیتا ہے اور بعد میں وہ رقم خریدار سے وصول کر لیتا ہے، تو یہ شرعاً جائز ہے، کیونکہ کسان آڑھتی

www.dawateislami.net

سے جو رقم لیتا ہے، اس کی شرعی حیثیت قرض کی ہے اور کسی سے قرض لینے کے بعد اسے یوں کہا جائے کہ آپ یہ رقم مجھ سے وصول کرنے کی بجائے فلاں شخص سے لے لینا اور قرض خواہ اسی مجلس میں اسے قبول کرلے، تو یہ شرعاً درست ہے، شریعت کی اصطلاح میں اسے حوالہ کہتے ہیں اور حوالہ بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ اگر کسان اور آڑھتی کے درمیان یہ طے ہو کہ جتنی رقم خریدار سے وصول کرنی ہے آڑھتی اس سے کم رقم کسان کو دے گا اور بعد میں پوری رقم خریدار سے وصول کرے گا، تو یہ قرض پر نفع ہونے کی وجہ سے سود ہے، جو جائز نہیں۔

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ”آڑھت میں غلہ وغیرہ ہر قسم کی چیز بیچنے والے لاکر جمع کر دیتے ہیں اور خریدنے والے آڑھت والے سے خریدتے ہیں، اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ خریدار سے ابھی دام وصول نہیں ہوئے اور بیچنے والے اپنے وطن کو واپس جانا چاہتے ہیں، آڑھت والے اپنے پاس سے دام دے دیتے ہیں، خریدار سے وصول ہو گا، تو رکھ لیں گے، یہاں اگرچہ بظاہر حوالہ نہیں، مگر اس کو حوالہ ہی کے حکم میں سمجھنا چاہیے یعنی بائع نے آڑھتی سے قرض لیا اور مشتری پر حوالہ کر دیا کہ اس سے وصول کرلے، لہٰذا اگر آڑھتی کو مشتری سے دَین وصول نہ ہو سکا کہ وہ مفلس مرا، تو آڑھتی بائع سے اُس روپیہ کو وصول کر سکتا ہے۔“ (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ882تا883، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور حوالہ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ”دین کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کر دینے کو حوالہ کہتے ہیں۔۔ حوالہ کے رکن ایجاب و قبول ہیں، مثلاً: مدیون یہ کہے: میرے ذمہ جو دین ہے، فلاں شخص پر میں نے اس کا حوالہ کیا۔ محتال لہ (قرض خواہ) اور محتال علیہ (جس پر حوالہ کیا گیا ہے، انہوں) نے کہا: ہم نے قبول کیا۔۔ محتال کا اسی مجلس میں قبول کرنا (ضروری ہے) یعنی اگر مدیون نے حوالہ کر دیا اور دائن وہاں موجود نہیں، جب اس کو خبر پہنچی

www.dawateislami.net

اس نے منظور کر لیا یہ حوالہ صحیح نہ ہوا۔ ہاں اگر مجلسِ حوالہ میں کسی نے اس کی طرف سے قبول کر لیا، جب خبر پہنچی اس نے منظور کر لیا، یہ حوالہ صحیح ہو گیا۔۔ جب حوالہ صحیح ہو گیا، محیل یعنی مدیون دین سے بری ہو گیا۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ874تا876، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:7

بعض اوقات کسان اپنی گندم اور چاول وغیرہ آڑھتی کے پاس رکھ دیتے ہیں اور ان کی طرف سے آڑھتی کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو اپنے پاس رکھے یا بیچ دے، جب کسان کو ضرورت ہو گی، تو وہ آڑھتی سے اس طرح کی گندم اور چاول وغیرہ وصول کر لے گا یا اُس وقت ان چیزوں کا جو ریٹ ہو گا اتنی رقم لے لے گا۔ آڑھتی عمومی طور پر ان چیزوں کو خرچ کر دیتا ہے اور ان میں سے کچھ بطور سیمپل اپنے پاس رکھ لیتا ہے، پھر جب کسان ضرورت پڑنے پر ان چیزوں یا ان کی رقم کا مطالبہ کرتا ہے، تو آڑھتی یہ چیزیں یا ان کی رقم کسان کو دے دیتا ہے اور کچھ رقم ان چیزوں کی حفاظت کی اجرت کے طور پر کسان سے وصول کر لیتا ہے۔ آڑھتی کو یہ چیزیں دیتے وقت خرید و فروخت کے الفاظ بالکل نہیں بولے جاتے۔ سوال یہ ہے کہ آڑھتی اور کسان کے مابین ہونے والا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں کسان اور آڑھتی کے درمیان ہونے والا یہ معاہدہ شرعاً جائز نہیں ہے۔ تفصیل اس بارے میں یہ ہے کہ یہاں کسان آڑھتی کو گندم اور چاول وغیرہ بیچتا نہیں، کیونکہ خرید و فروخت کے لیے صراحۃً یا دلالۃً ایجاب و قبول[3] کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں

([3]) ایجاب و قبول کی آسان الفاظ میں وضاحت سوال و جواب نمبر 3 کے حاشیے میں گزری ہے۔

www.dawateislami.net

پائے جاتے، لہذا یہ خرید و فروخت نہیں اور اسے امانت بھی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ جو چیز امانت کے طور پر رکھی جائے، تو واپسی پر بعینہ اسی چیز کو واپس کرنا ضروری ہوتا ہے اور جس شخص کے پاس امانت رکھوائی جائے اسے اس چیز کے استعمال کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اس نے صرف اپنے پاس حفاظت سے رکھنی ہوتی ہے، جبکہ یہاں اسی چیز کی واپسی کی شرط نہیں ہوتی، بلکہ اس کی مثل گندم وغیرہ یا اس کی قیمت میں سے کوئی ایک چیز لینا طے ہوتا ہے، نیز آڑھتی کو اس میں مالکانہ تصرف کا اختیار بھی دے دیا جاتا ہے کہ وہ چاہے تو بیچ دے یا خود استعمال کر لے اور امانت کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے، تو وہ قرض ہو جاتا ہے، لہذا یہ امانت بھی نہیں، بلکہ لامحالہ قرض ہے اور قرض کا اصول یہ ہے کہ واپسی پہ اس کی مثل چیز لوٹائی جاتی ہے، اس کے علاوہ کسی اور چیز کی شرط لگانا حرام اور گناہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ معاہدہ ناجائز اور گناہ ہے۔

مزید یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مذکورہ صورت میں جب آڑھتی کے پاس گندم اور چاول وغیرہ کی حیثیت قرض کی ہے، تو آڑھتی کا ان چیزوں کی حفاظت کے نام پر کسان سے اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ قرض لینے والا قرض میں لی جانے والی چیز کا مالک ہو جاتا ہے اور اپنی ہی چیز کی حفاظت کی اجرت کسی اور سے لینا جائز نہیں ہوتا۔

بیع (خرید و فروخت) کے لیے ایجاب و قبول کا پایا جانا ضروری ہے، جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے: " أن ركنه الإيجاب والقبول الدالان على التبادل أو ما يقوم مقامهما من التعاطي، فركنه الفعل الدال على الرضا بتبادل الملكين من قول أو فعل "ترجمہ: بیع کا رکن ایجاب و قبول کے ایسے الفاظ ہیں، جو تبادلے پر دلالت کریں یا جو چیز اس ایجاب و قبول کے قائم مقام ہو، یعنی کچھ بولے بغیر باہم لین دین کرنا، پس بیع کا رکن ایسا فعل ہے جو دو مملوکہ چیزوں

www.dawateislami.net

کے باہم تبادلے میں رضامندی پر دلالت کرے، چاہے وہ قول ہو یا کوئی عمل۔

(فتاوی شامی، جلد4، صفحہ504، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امانت میں بعینہ اس چیز کو لوٹانا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ درر الحکام میں ہے: "الودیعة والعاریة یجب ردھما عینا" ترجمہ: امانت اور عاریت کو بعینہ لوٹانا واجب ہوتا ہے۔

(درر الحکام شرح مجلة الاحکام، جلد3، صفحہ82، دار الجیل)

امانت میں تصرف کی اجازت دے دی جائے، تو وہ قرض بن جاتا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "ہاں چندہ دہندہ اجازت دے جائیں تو حرج نہیں، اس حالت میں جب سیٹھ تصرف کرے گا، روپیہ امانت سے نکل کر اس پر قرض ہو جائے گا، جو عند الطلب دینا آئے گا، اگرچہ کوئی میعاد مقرر کر دی ہو۔"

(فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ166، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "بیان سائل سے واضح ہُوا کہ ہنوز اُس مکان کی بیع نہیں ہُوئی، وعدہ خرید و فروخت درمیان آیا ہے اور اِسی بناء پر زید نے مالکِ مکان کو دو سو روپے پیشگی دے دیے اور اُسے اجازت دی کہ خرچ کر لے، یہ صورت قرض کی ہُوئی، ثمن کہہ نہیں سکتے کہ ابھی بیع ہی نہیں ہوئی، امانت نہیں کہہ سکتے کہ خرچ کی اجازت دی، لاجرم قرض ہے۔

"فی لسان الحکام والعقود الدریة وغیرھما دفع الیه دراھم فقال له انفقھا ففعل فھو قرض کما لو قال اصرفھا الی حوائجک" لسان الحکام اور عقود الدریہ وغیرہما میں ہے کہ کسی کو دراہم دیئے اور کہا کہ انہیں خرچ کر لو، اس نے خرچ کر دیے تو یہ قرض ہے، جیسا کہ اگر کسی نے یہ کہا ہو کہ انہیں اپنی ضروریات پر خرچ کر لے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد10، صفحہ149، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

www.dawateislami.net

قرض خواہ کا نفع والی شرط کے ساتھ قرض دینا حرام ہے۔ چنانچہ در مختار میں خلاصہ کے حوالہ سے ہے:"القرض بالشرط حرام والشرط لغو"شرط کے ساتھ قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے۔

(درمختار، کتاب البیوع، فصل فی القرض، جلد5، صفحہ166، دار الفکر، بیروت)

قرض لینے والا قرض میں لی گئی چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:"(ویملک) المستقرض (القرض بنفس القبض عندھما) ای الامام ومحمد"ترجمہ: امام اعظم وامام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک قرض لینے والا قرض پر قبضہ کرتے ہی اس کا مالک بن جاتا ہے۔

(درمختار، کتاب البیوع، فصل فی القرض، جلد5، صفحہ164، دار الفکر، بیروت)

سوال نمبر:8

اگر کسان کا آڑھتی کے پاس اس طرح جنس رکھوانا، جائز نہیں ہے، تو اس کے جواز کی صورت کیا ہے، کیونکہ بیج وغیرہ کی حفاظت کے پیشِ نظر کسانوں کو اس طرح کی صورت پیش آتی رہتی ہے؟

جواب:

اس کے جواز کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسان آڑھتی کو گندم اور چاول وغیرہ دیتے وقت یہ طے کرے کہ یہ چیزیں تمہارے پاس قرض ہیں، انہیں بیچو یا اپنے پاس رکھو، اس کا تمہیں اختیار ہے، بعد میں مجھے جب ضرورت ہو گی، تو میں بالکل اسی طرح کے اور بغیر کمی زیادتی کے اتنے ہی چاول یا گندم وغیرہ تم سے لے لوں گا اور آڑھتی اسے قبول کر لے، تو یہ معاہدہ درست ہو جائے گا۔ پھر جب بوقتِ ضرورت کسان آڑھتی سے اپنی گندم اور چاول وغیرہ طلب کرے، تو آڑھتی پر اسی طرح کی اتنی گندم اور چاول وغیرہ دینا لازم ہو گا۔ اگر آڑھتی اس کسان کی دی ہوئی گندم یا

www.dawateislami.net

چاول وغیرہ صرف کر چکا ہو اور اب اس طرح کے چاول یا گندم وغیرہ اس کے پاس موجود نہ ہوں یا موجود تو ہوں، لیکن کسان اور آڑھتی گندم اور چاولوں وغیرہ کے بجائے ان کی قیمت لینے دینے پہ رضامند ہو جائیں، تو پھر ان کی قیمت لینا بھی جائز ہو جائے گا، لیکن اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ جس مجلس میں قیمت لینے اور دینے پہ راضی ہوں، تو اسی مجلس میں قیمت ادا بھی کر دی جائے، ورنہ یہ معاملہ ناجائز ہو جائے گا، کیونکہ یہ ادھار کی ادھار کے بدلے خرید و فروخت ہو گی اور حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے: "وان کان الدین مکیلا او موزونا فباعه بدراهم او بدنانیر او بفلوس او اشتری هذه الاشیاء بدینه جاز، لان الدراهم والدنانیر ثمنان علی کل حال، وکذا الفلوس عند مقابلتها بخلاف جنسها فکان من علیه الدین مشتریا بثمن لیس عنده، وذلک جائز، لکن یشترط القبض فی المجلس لئلا یؤدی الی الافتراق عن دین بدین "ترجمہ: اور اگر کوئی ماپ کر یا تول کر بکنے والی چیز دَین (کسی کے ذمہ لازم) تھی، تو اس نے اس کو دراہم، دنانیر یا سِکوں کے بدلے فروخت کر دیا یا یہ اشیاء اپنے دین کے بدلے خرید لیں، تو یہ جائز ہے، کیونکہ دراہم و دنانیر تو ہر حال میں ثمن ہوتے ہیں، یونہی سِکوں کا تبادلہ بھی جب ان کی جنس کے علاوہ کسی اور چیز سے ہو، تو سِکے بھی ثمن بنتے ہیں، تو گویا یہ یوں ہوا کہ جس پر دین تھا اس نے ایسے ثمن سے چیز خریدی جو اس کے پاس نہیں ہے اور یہ جائز ہے، لیکن مجلس میں قبضہ شرط ہے تاکہ افتراق عن دین بدین کی صورت نہ بنے۔

(بدائع الصنائع، جلد5، صفحہ236، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شرح معانی الآثار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: "ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن بیع الکالی بالکالی "ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.dawateislami.net

نے ادھار کی ادھار کے بدلے خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(شرح معانی الآثار، جلد4، صفحہ21، مطبوعہ عالم الکتب)

آڑھتی اور کسان کے درمیان ہونے والی خرید و فروخت کے مسائل

سوال نمبر:9

کچھ آڑھتی کسان کو قرض کے علاوہ ٹیوب ویل کے لیے پیٹرول، ڈیزل اور کاشتکاری کے لیے بیج، مختلف قسم کی کھاد اور فصل کی حفاظت کی ادویات ادھار بیچتے ہیں اور ان چیزوں کی قیمت اپنے پاس لکھ لیتے ہیں اور یہاں بھی مختلف شرطیں ہوتی ہیں، مثلاً کسان اپنی پیداوار اسی آڑھتی کو بیچے گا، اسی کے ذریعے بکوائے گا، مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت پر فروخت کرے گا یا زیادہ آڑھت دے کر بکوائے گا وغیرہ۔ تو کیا آڑھتی کا مذکورہ چیزیں بیچتے وقت اس طرح کی شرائط لگانا درست ہے؟

جواب:

آڑھتی کا کسان کو پیٹرول، ڈیزل، بیج اور کھاد وغیرہ بیچتے وقت اس طرح کی شرائط لگانا کہ "کسان اپنی پیداوار اسی آڑھتی کو بیچے گا یا اسی کے ذریعے بکوائے گا یا مارکیٹ ریٹ سے کم قیمت پر فروخت کرے گا یا زیادہ آڑھت دے کر بکوائے گا وغیرہ" تو یہ بھی جائز نہیں ہے، بلکہ ان شرائط کی وجہ سے مذکورہ اشیاء کی خرید و فروخت بھی ناجائز و فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ شرائط مقتضائے عقد کے خلاف ہیں (یعنی خرید و فروخت والا معاہدہ/ایگریمنٹ ان شرائط کا تقاضا نہیں کرتا) اور ان کی وجہ سے عاقدین یعنی معاہدہ/ایگریمنٹ کرنے والوں میں سے کسی ایک (یعنی آڑھتی) کا فائدہ بھی ہے اور ان پر عُرف بھی جاری نہیں اور ایسی شرائط کی وجہ سے عقد فاسد ہو جاتا ہے، نیز عاقدین گنہگار ہوتے ہیں اور گناہ کو ختم کرنے کے لیے اس عقد کو ختم کرنا بھی واجب ہوتا

www.dawateislami.net

ہے جب تک مبیع، مشتری کے پاس موجود ہو۔

خرید و فروخت میں فاسد شرط لگانے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ معجم الاوسط للطبرانی میں ہے: "نهى عن بيع وشرط" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے۔

(المعجم الاوسط، جلد4، صفحہ335، دار الحرمین، قاهرہ)

فاسد شرائط کی تفصیل کے بارے میں تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے: "والاصل فيه ان كل شرط لا يقتضيه العقد وهو غير ملائم له ولم يرد الشرع بجوازه ولم يجر التعامل فيه وفيه منفعة لاهل الاستحقاق مفسد" ترجمہ: اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شرط جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور نہ وہ اس کے لائق، نہ شریعت میں اس کا جواز وارد اور نہ لوگوں کا اس میں تعامل ہو اور اس میں اہل استحقاق (مثلاً بائع یا مشتری) میں سے کسی ایک کا نفع ہو، تو ایسی شرط بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔

(تبیین الحقائق، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، جلد4، صفحہ57، مطبوعہ ملتان)

اور فاسد معاہدے / ایگریمنٹ کی وجہ سے عاقدین گنہگار ہوتے ہیں، لہذا اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے: "ويجب على كل واحد منهما اى من البائع والمشتري فسخه قبل القبض او بعده ما دام في يد المشترى اعداما للفساد، لانه معصية، فيجب رفعها" ترجمہ: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کے لیے (مبیع پر) قبضہ کرنے سے پہلے اور قبضہ کے بعد بھی جب تک مبیع خریدار کے پاس ہو، بیع فاسد کو ختم کرنا ضروری ہے، تاکہ فساد ختم ہو جائے، کیونکہ عقدِ فاسد کرنا گناہ ہے، لہذا اس کو ختم کرنا واجب ہے۔

(العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ، جلد2، صفحہ120، دار المعرفہ، بیروت)

www.dawateislami.net

سوال نمبر:10

بہت سے آڑھتی کسان کو قرض دیتے اور مختلف قسم کی اشیاء ادھار بیچتے وقت یہ بھی طے کرتے ہیں کہ کسان فصل تیار ہونے پر قرض یا ادھار بیچی گئی اشیاء کی قیمت کے ساتھ تین، چار، پانچ یا چھ فیصد تک کمیشن بھی ادا کرے گا اور کمیشن لینے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مارکیٹ ریٹ کے مطابق فصل کی ایک قیمت طے کر لی جاتی ہے، مثلاً: اگر دس لاکھ طے ہوتی ہے، تو آڑھتی دس لاکھ میں سے اولاً تین سے چھ فیصد تک اپنا کمیشن رکھتا ہے، پھر قرض اور ادھار بیچی گئی اشیاء کی قیمت وصول کر کے بقیہ رقم فصل کی قیمت کے طور پر کسان کو دے دیتا ہے اور فصل خود رکھ لیتا ہے۔ یوں آڑھتی کا قرض اور ادھار بیچی گئی اشیاء کی قیمت کے علاوہ کمیشن لینا کیسا ہے؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں آڑھتی کا کسان کو قرض دیتے وقت یا مختلف اشیاء بیچتے وقت یہ طے کرنا کہ "کسان آڑھتی کو قرض اور اشیاء کی قیمت کے علاوہ مخصوص کمیشن بھی ادا کرے گا" یہ سخت ناجائز، حرام اور گناہ ہے، کیونکہ قرض دے کر اس پر کمیشن کے نام پہ رقم حاصل کرنا بھی قرض پر نفع حاصل کرنا ہے اور قرض کی وجہ سے جو بھی نفع حاصل کیا جائے، وہ سود ہوتا ہے۔

اور اشیاء بیچتے وقت کمیشن لینے کی شرط لگانا فاسد شرط ہے اور شرطِ فاسد کی وجہ سے عقد (معاہدہ/ایگریمنٹ) فاسد اور ناجائز ہوتا ہے، جس کی وجہ سے عاقدین یعنی معاہدہ/ایگریمنٹ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں اور ایسے عقد کو توڑنا شرعاً واجب ہے، جیسا کہ اوپر تفصیل کے ساتھ یہ (قرض پر نفع لینے اور خرید و فروخت میں فاسد شرائط لگانے کے) مسائل بیان ہو چکے۔

کمیشن کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں آڑھتی خود گندم خرید رہا ہوتا ہے اور جو شخص خود کوئی چیز خرید یا بیچ رہا ہو، تو اس کے لیے سامنے والے سے کمیشن وصول کرنا

www.dawateislami.net

،جائز نہیں ہوتا۔اس کو یوں سمجھئے کہ ایک شخص بازار سے کوئی چیز خریدنے جاتا ہے،جب وہ چیز خرید لیتا ہے،تو جس طرح یہاں خریدنے والے کا بیچنے والے سے بیچی جانے والی چیز کے علاوہ کسی قسم کا کمیشن وصول کرنا،یونہی بیچنے والے کا خریدنے والے سے بیچی جانے والی چیز کی قیمت کے علاوہ کسی قسم کا کمیشن وصول کرنا،جائز نہیں ہوتا،بالکل اسی طرح یہاں آڑھتی کا کسان سے کمیشن وصول کرنا،ناجائز اور صریح ظلم ہے۔

بیچنے والے یا خریدنے والے کا دوسرے فریق سے کمیشن وصول کرنا،جائز نہیں ہے،چنانچہ فتاوی شامی میں ہے:"ولیس له اخذ شیء من المشتری ،لانه هو العاقد حقیقةً شرح وهبانیه وظاهره انه لا یعتبر العرف هنا ،لانه لا وجه له"ترجمہ:اور بیچنے والے کے لیے خریدنے والے سے(چیز کی قیمت کے علاوہ)کچھ بھی وصول کرنا،جائز نہیں ہے،کیونکہ حقیقت میں وہی عقد کرنے والا ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا،کیونکہ یہاں عرف کا اعتبار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(فتاوی شامی،جلد4،صفحہ560،دار الفکر،بیروت)

سوال نمبر:11

کچھ افراد کسانوں کو بیج،کھاد اور فصل کی حفاظت کی دوائیں بیچتے وقت کوئی شرط نہیں لگاتے اور نہ ہی وہ گندم خریدنے اور بیچنے کا کام کرتے ہیں،ان کا کام فقط اتنا ہوتا ہے کہ وہ کسانوں کی ضرورت کی اشیاء انہیں ادھار بیچتے ہیں۔البتہ ادھار خرید و فروخت کی وجہ سے مارکیٹ سے زیادہ ریٹ لگاتے ہیں؟کیا ادھار کی وجہ سے چیز کا ریٹ زیادہ مقرر کیا جاسکتا ہے،یہ سود تو نہیں ہے؟

جواب:

ادھار خرید و فروخت میں چیز کا ریٹ نقد کے مقابلے میں زیادہ مقرر کرنا،جائز ہے،مثلاً:

www.dawateislami.net

ایک چیز بازار سے نقد ہزار روپے کی ملتی ہے اور اسی چیز کو کوئی شخص ادھار گیارہ سو یا بارہ سو میں فروخت کرتا ہے، تو یہ جائز ہے۔ کئی لوگ کم علمی کی وجہ سے اسے سود سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ سود نہیں، کیونکہ سود، معاہدے میں طے کی گئی اُس زیادتی کو کہتے ہیں، جو عوض سے خالی ہو اور یہاں ایسی کوئی زیادتی نہیں ہے جو عوض سے خالی ہو، اگر یہاں نقد کے مقابلے میں ریٹ زیادہ ہے، تو وہ تمام نفسِ مبیع، یعنی بیچی جانے والی چیز کی قیمت ہے، قیمت سے ہٹ کر اور کوئی چیز نہیں اور شریعتِ مطہرہ کی جانب سے اپنی چیز سے نفع کمانے کی کوئی حد مقرر نہیں، جھوٹ اور دھوکے سے کام لیے بغیر بندہ جتنا چاہے نفع کما سکتا ہے، کیونکہ ہر شخص اپنی چیز کا مالک ہوتا ہے، جتنے کی چاہے بیچے، خریدار کی مرضی وہ خریدے یا نہ خریدے، لہٰذا اگر کوئی شخص شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی چیز نقد کے مقابلے میں ادھار مہنگی بیچتا ہے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ ادھار خرید و فروخت میں چند چیزوں کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ شروع میں ہی طے کر لیا جائے کہ سودا نقد ہے یا ادھار، دوسری یہ کہ ادھار کی صورت میں قیمت کی ایک مقدار اور اس کی ادائیگی کی مدت معلوم و مقرر ہو۔ تیسری یہ کہ کوئی ناجائز شرط بھی نہ ہو، مثلاً: مقرر کردہ مدت سے تاخیر کی صورت میں جرمانہ وغیرہ کی شرط نہ ہو۔ ان چیزوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اگر کوئی ادھار خرید و فروخت کی صورت میں قیمت زیادہ مقرر کرتا ہے، تو یہ جائز ہے۔

باہم رضامندی سے جتنی بھی قیمت طے ہو جائے، اتنے میں اپنی چیز بیچ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (پارہ 5، سورۃ النساء، آیت 29)

www.dawateislami.net

درر الحکام شرح غرر الاحکام اور فتاوی شامی میں ہے:"لو باع کاغذة بالف یجوز ولایکرہ"ترجمہ:اگر کسی نے کاغذ کا ٹکڑا ایک ہزار روپے کے بدلے میں بیچا، تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

(فتاوی شامی، کتاب الکفالہ، مطلب فی بیع العینہ، جلد7، صفحہ655، مطبوعہ پشاور)

اپنی چیز سے زیادہ نفع لینے کے بارے میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:"جب غلہ بازار میں نقدوں 16 سیر کا ہو، تو قرضوں 15 یا 12 سیر کا بیچنا جائز ہے یا حرام یا مکروہ؟"تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:"یہ فعل اگرچہ نرخ بازار سے کیسا ہی تفاوت ہو حرام یا ناجائز نہیں کہ وہ مشتری پر جبر نہیں کرتا، نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے، چاہے کوڑی کی چیز ہزار روپیہ کو دے، مشتری کو غرض ہو، لے، (غرض) نہ ہو، نہ لے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ97تا98، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اور اس خرید و فروخت میں کن چیزوں کا لحاظ ضروری ہے، اس بارے میں صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"بیع میں ثمن کا معین کرنا ضروری ہے۔ در مختار میں ہے:"و شرط لصحتہ معرفة قدر مبیع وثمن"اور جب ثمن معین کر دیا جائے، تو بیع چاہے نقد ہو یا ادھار، سب جائز ہے۔ اسی میں ہے:و صح بثمن حال و مؤجل الی معلوم"اور یہ بھی ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو کم یا زیادہ، جس قیمت پر مناسب جانے، بیع کرے، تھوڑا نفع لے یا زیادہ، شرع سے اس کی ممانعت نہیں، مگر صورت مسئولہ میں یہ ضرور ہے کہ نقد یا ادھار دونوں سے ایک صورت کو معین کر کے بیع کرے اور اگر معین نہ کیا، یونہی مجمل رکھا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو، تو یہ بیع فاسد ہو گی اور ایسا کرنا، جائز نہ ہو گا۔"

(فتاوی امجدیہ، جلد3، صفحہ181، مکتبہ رضویہ، کراچی)

www.dawateislami.net

نقد اور ادھار کی صورت میں چیز کا ریٹ مختلف ہونا سود میں شامل نہیں ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے: "ان کون الثمن علی تقدیر النقد ألفا وعلی تقدیر النسیئة ألفین لیس في معنی الربا" ترجمہ: کسی چیز کی قیمت نقد کی صورت میں ایک ہزار اور ادھار کی صورت میں دو ہزار ہو، تو یہ سود کی صورت نہیں ہے۔

(فتح القدیر، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، جلد6، صفحہ 447، دار الفکر)

سود کی تعریف کے بارے میں ہدایہ میں ہے: " الربا ھو الفضل المستحق لاحد العاقدین فی المعاوضة الخالی عن عوض شرط فیه "ترجمہ: سود عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے عقد معاوضہ میں ثابت ہونے والی اس مشروط زیادتی کو کہتے ہیں، جو عوض سے خالی ہو۔

(ھدایہ، جلد3، صفحہ 82، مطبوعہ لاھور)

نوٹ: اپنی چیز سے نفع کمانے کی شریعت میں اگرچہ کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن اس میں بھی ہمیشہ لوگوں کی خیر خواہی پیشِ نظر ہونی چاہیے اور اُنہیں مناسب داموں میں چیز فروخت کرنی چاہیے، بالخصوص جب وہ چیز ضرورت کی ہو اور مہنگی ملنے کی صورت میں لوگوں کو مشکل پیش آتی ہو۔ دین خیر خواہی کا نام ہے اور لوگوں کو مناسب قیمت پر اشیاء بیچنا بھی ان کے ساتھ ایک طرح کی خیر خواہی ہے۔

سوال نمبر:12

بعض اوقات کسان کو رقم کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آڑھتی کے پاس رقم لینے کے لیے جاتا ہے، تو آڑھتی اسے یوں کہتا ہے کہ آپ رقم لینے کے بجائے مجھ سے اجناس، مثلاً گندم اور چاول وغیرہ میں سے کوئی چیز خرید لو اور اسے مارکیٹ میں فروخت کر کے رقم حاصل کر لو اور اتنی مدت بعد مجھے قیمت لوٹا دینا، پھر کسان آڑھتی سے وہ چیز خرید لیتا ہے۔ خرید و فروخت کے بعد

www.dawateislami.net

بعض اوقات کسان خریدی ہوئی چیز مارکیٹ میں بیچ دیتا ہے اور بعض اوقات جلدی کے پیشِ نظر اسی آڑھتی کو نقد فروخت کر دیتا ہے، لیکن آڑھتی پہلے کی بنسبت کم قیمت میں چیز خریدتا ہے۔ کیا آڑھتی اپنی قیمت وصول کرنے سے پہلے کم قیمت میں چیز خرید سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:

سوال میں دو صورتیں بیان ہوئی ہیں، لہذا ذیل میں دونوں کا الگ الگ حکم بیان کیا جاتا ہے:

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ کسان آڑھتی سے جنس مثلاً: گندم اور چاول وغیرہ ادھار خرید لیتا ہے اور پھر مارکیٹ میں کسی اور کو نقد بیچ کر حاصل ہونے والی رقم سے ضرورت پوری کر لیتا ہے، تو یہ صورت بالکل جائز ہے، البتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ جب آڑھتی سے ادھار جنس خریدے تو اس کی قیمت بھی متعین ہو جائے اور قیمت ادا کرنے کی مدت بھی طے ہو جائے۔ نیز جنس پر قبضہ کرنے کے بعد ہی مارکیٹ میں کسی کو فروخت کرے۔ قبضے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کسان آڑھتی سے جنس ادھار خریدتا ہے اور پھر اسی کو نقد فروخت کر دیتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر آڑھتی سے ادھار خریدتے وقت چیز کی قیمت اور ادھار کی مدت معین ہو جاتی ہے اور یہ شرط نہیں رکھی جاتی کہ آڑھتی واپس خریدے گا، تو یہ پہلا معاہدہ / ایگریمنٹ تو درست ہو جاتا ہے، لیکن بعد میں جب وہی چیز آڑھتی واپس خریدتا ہے تو کم قیمت میں واپس خریدتا ہے، تو یوں کم قیمت میں واپس خرید لینا حرام و گناہ ہے، کیونکہ قیمت وصول کرنے سے پہلے اپنی بیچی ہوئی چیز بعینہ واپس خریدی جائے اور قیمت بھی سابقہ قیمت کی جنس میں سے ہو (مثلاً اگر پہلے سونے کے بدلے خریداری ہوئی تھی اور اب بھی سونے کے بدلے ہے یا پہلے کرنسی نوٹوں کے بدلے خریداری تھی اور اب بھی کرنسی نوٹوں کے بدلے میں ہے۔) اور اس چیز میں کوئی کمی یا نقص بھی نہیں آیا، تو اب پہلے سے کم قیمت میں نقد خرید لینا شرعاً جائز نہیں ہوتا

www.dawateislami.net

کہ یہ حدیث و فقہ کی اصطلاح میں "ربح مالم یضمن "یعنی ایسی چیز پر نفع ہے، جو اس کے ضمان میں نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نفع سے منع فرمایا ہے، کیونکہ جب آڑھتی نے کسان کو ادھار مثلاً: ایک لاکھ میں کوئی چیز فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے وہی چیز مثلاً: پچانوے ہزار میں دوبارہ خرید لی، تو اسے پانچ ہزار کا نفع ہوا اور یہ نفع اسی ایک لاکھ کی وجہ سے ہوا، جس پر آڑھتی نے ابھی تک قبضہ نہیں کیا اور ایسا نفع سود ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام ہے۔

کسان سے واپس خریدتے وقت اگر آڑھتی پہلے جتنی یا اس سے زیادہ قیمت میں واپس خریدے، تو یہ صورت جائز ہو جائے گی۔ لیکن واضح رہے کہ یہاں بھی یہ ضروری ہے کہ کسان ادھار خریدنے کے بعد چیز پر قبضہ کر کے پھر واپس بیچے۔ قبضہ کرنے سے پہلے بیچے گا، تو یہ معاملہ ناجائز ہی رہے گا، اگرچہ قیمت کچھ بھی ہو۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا یحل بیع مالیس عندک ولا ربح مالم یضمن "ترجمہ: جو چیز تیرے پاس نہیں، اس کی بیع اور جو چیز ضمان میں نہ آئی، اس کا نفع حلال نہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب النھی عن بیع مالیس عندک، صفحہ 158، مطبوعہ کراچی)

در مختار میں ہے: "فسد شراء ما باع بنفسه او بوکیله من الذی اشتراه۔۔بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول، صورته: باع شیئا بعشرة ولم یقبض الثمن ثم شراه بخمسة، لم یجز وان رخص السعر للربا "ترجمہ: جو چیز خود اس نے یا اس کے وکیل نے بیچی، اسی چیز کو مشتری سے ثمنِ اول کی مکمل ادائیگی سے پہلے، اس سے کم ثمن میں خریدنا فاسد ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی چیز دس درہم کی بیچی اور ابھی ثمن پر قبضہ نہیں کیا، پھر اسی چیز کو پانچ درہم کے بدلے میں خرید لیا، اگرچہ اس کا ریٹ کم ہو گیا ہو، تب بھی یہ سود

www.dawateislami.net

ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

"للربا" کے تحت فتاوی شامی میں ہے:" علة لقوله "لم يجز" اى:لان الثمن لم يدخل في ضمان البائع قبل قبضه،فاذا عاد اليه عين ماله بالصفة التي خرج عن ملكه وصار بعض الثمن قصاصا ببعض بقي له عليه فضلا بلا عوض،فكان ذلك ربح ما لم يضمن،وهو حرام بالنص"ترجمہ:یہ "لم يجز "کی علت ہے (یعنی مذکورہ خرید وفروخت سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے)،کیونکہ قبضہ سے پہلے ثمن بائع کے ضمان میں داخل نہیں ہوا،پس جب (ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے) بائع کا بعینہ وہی مال (جو اس نے بیچا تھا) اس کے پاس اسی صفت کے ساتھ واپس آگیا،جس صفت پر وہ اس کی ملکیت سے نکلا تھا اور بعض ثمن بعض کے بدلے میں ہو گیا،تو کچھ زیادتی بلا عوض باقی رہ گئی اور یہ زیادتی اس چیز کا نفع ہے جو اس کے ضمان میں نہیں اور یہ نص کی وجہ سے حرام ہے۔

(فتاوی شامی، کتاب البیوع،باب البیع الفاسد،جلد7،صفحہ268تا269،مطبوعہ پشاور)

مذکورہ مسئلے کی نظیر ایک حدیث پاک میں بھی موجود ہے۔چنانچہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگی:"یاام المؤمنین!انی بعت غلاما من زید بن ارقم بثمانمائة درهم نسيئة،وانی ابتعته بستمائة درهم نقدا، فقالت لهاعائشة:بئسما اشتريت وبئسما شريت،ان جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بطل،الا ان يتوب"ترجمہ:اے ام المؤمنین!میں نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک غلام ادھار آٹھ سو دِرہم کے بدلے میں بیچا،پھر (ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے) وہی غلام نقد چھ سو درہم کے بدلے میں خرید لیا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا:تم نے کتنی بُری خرید وفروخت کی ہے۔زید بن ارقم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

www.dawateislami.net

ساتھ کیا ہوا جہاد باطل ہو گیا ہے، مگر یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔

(سنن دار قطنی، کتاب البیوع، جلد3، صفحہ478، بیروت)

سوال نمبر:13

کسان کو بیج کے لیے اچھے چاول اور اچھی گندم وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو وہ آڑھتی سے اپنے پاس موجود نارمل چاول کے بدلے میں اعلیٰ کوالٹی کے چاول، یونہی نارمل گندم کے بدلے میں اعلیٰ کوالٹی کی گندم خرید لیتا ہے اور کوالٹی میں فرق ہونے کی وجہ سے یہ خرید و فروخت کمی بیشی کے ساتھ ہوتی ہے، مثلاً: کسان کو سو کلو اچھے چاولوں کی ضرورت ہو، تو انہیں ایک سو بیس کلو نارمل چاولوں کے بدلے خرید تا ہے۔ یہی معاملہ گندم وغیرہ میں ہوتا ہے۔ کیا اس طرح گندم کی گندم کے بدلے اور چاول کی چاول کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت درست ہے؟

جواب:

چاولوں کی چاولوں کے بدلے یونہی گندم کی گند م کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا، سود ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام اور گناہ ہے، اگرچہ ان چیزوں کی کوالٹی میں فرق ہی کیوں نہ ہو۔ تفصیل اس مسئلہ کی یوں ہے کہ سود کی دو علتیں ہیں۔

(۱) **قدر** یعنی بیچی جانے والی چیزوں کا مکیلی یا موزونی ہونا۔ (مکیلی سے مراد ایسی چیز جو ماپ کر بکتی ہو اور موزونی سے مراد ایسی چیز جو وزن کے ساتھ بکتی ہو۔)

(۲) **ان کی جنس کا ایک ہونا**، مثلاً: اگر ایک طرف چاول ہیں، تو دوسری طرف بھی چاول ہی ہوں۔

اصول: اگر خرید و فروخت میں یہ دونوں علتیں پائی جائیں، تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حرام ہیں اور دونوں نہ پائی جائیں، تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حلال ہیں اور اگر ان میں سے ایک پائی

www.dawateislami.net

جائے اور دوسری نہ پائی جائے، تو کمی بیشی جائز اور ادھار حرام ہے۔

اب چاول کی چاول کے بدلے بیع کو دیکھا جائے، تو اس میں قدر اور جنس دونوں علتیں پائی جاتی ہیں، جنس یوں کہ دونوں طرف چاول ہیں اور قدر یوں کہ انہیں وزن کے ساتھ بیچا جاتا ہے، لہذا سوال میں ذکر کردہ طریقے کے مطابق کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت حرام ہے، یونہی ادھار (مثلاً: گندم کی گندم کے بدلے خرید و فروخت میں ایک طرف سے گندم دے دی جائے اور دوسری جانب سے ادھار کر لیا جائے، تو یہ) بھی حرام ہے۔ یاد رہے کہ یہاں کوالٹی میں فرق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اموالِ ربویہ (وہ اموال جنہیں کمی بیشی کے ساتھ بیچنے کی صورت میں سود پایا جاتا ہے، مثلاً: گندم اور چاول وغیرہ) کی آپس میں خرید و فروخت ہو، تو حکم حدیث کے مطابق ان کا وصف یعنی اعلیٰ اور گھٹیا ہونا نہیں دیکھا جاتا، بلکہ وزن کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الذهب بالذهب مثلا بمثل، والفضة بالفضة مثلا بمثل، والتمر بالتمر مثلا بمثل، والبر بالبر مثلا بمثل، والملح بالملح مثلا بمثل، والشعير بالشعير مثلا بمثل، فمن زاد أو ازداد فقد أربى "ترجمہ: سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، گندم کو گندم کے بدلے، نمک کو نمک کے بدلے اور جو کو جو کے بدلے برابر، برابر بیچو۔ پس جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود کا لین دین کیا۔ (جامع ترمذی، جلد3، صفحہ533، مطبوعہ مصر)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سود کی علتوں کے بارے میں تفصیلی کلام کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "نص علماؤنا قاطبة ان علة حرمة الربا القدر المعهود بكيل او وزن مع الجنس، فان وجدا حرم الفضل والنسا، وان عدما حلا، وان وجد احدهما حل الفضل وحرم النسا، وهذه قاعدة غير منخرمة، وعليها تدور جميع فروع

www.dawateislami.net

الباب "ترجمہ: ہمارے تمام علمائے کرام رحمہم اللہ السلام نے تصریح فرمائی ہے کہ حرمت ربا کی علت وہ خاص اندازہ یعنی ناپ یا تول ہے، اتحاد جنس کے ساتھ۔ پس اگر دونوں علتیں (قدر و جنس) پائی جائیں، تو زیادتی اور ادھار دونوں حرام، اگر دونوں نہ پائی جائیں، تو دونوں (زیادتی و ادھار) حلال اور ان میں سے ایک پائی جائے، تو زیادتی حلال اور ادھار حرام ہے۔ یہ ایک ایسا قاعدہ ہے جو کہیں نہیں ٹوٹتا اور باب ربا کے جمیع مسائل اسی پر دائر ہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ446، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

اموالِ ربویہ میں وصف کا نہیں، بلکہ وزن کا اعتبار ہو گا۔ چنانچہ مجمع الانہر میں ہے: "(ولا يجوز بيع الجيد بالرديء) إذا قوبل بجنسه مما فيه الربا (إلا متساويا) لقوله عليه الصلاة والسلام: جيدها ورديئها سواء "ترجمہ: اموالِ ربویہ میں جنس کا جنس کے ساتھ مقابلہ ہو، تو اعلیٰ چیز کی ادنی کے ساتھ بیع برابری کے صورت میں ہی جائز ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اموالِ ربویہ میں اعلیٰ اور ادنی برابر ہیں۔

(مجمع الانھر، جلد2، صفحہ89، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "اور اموال ربویہ میں شرع مطہر نے وصف کا اعتبار ساقط فرمایا ہے ولہٰذا ان کا جید و ردی یکساں ہے۔۔ ایک قسم کی چیز (مثلاً اعلیٰ کوالٹی کی گندم) زید کو مطلوب ہے، اس کے پاس اس قسم کی نہیں، دوسری قسم (کم کوالٹی) کی ہے اور اس قسم (اعلیٰ کوالٹی) کی شے عمرو کے پاس ہے، اسے اس قسم (کم کوالٹی) کی مطلوب ہے، جو زید کے پاس ہے، تو باہم دست بدست یکساں برابر مبادلہ کرکے ہر ایک اپنے مطلوب کو پہنچ سکتا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ324، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

www.dawateislami.net

سوال نمبر:14

اگر اس طرح گندم کا گندم کے بدلے اور چاولوں کا چاولوں کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ ناجائز ہے، تو جائز صورتیں کونسی ہیں؟ کیونکہ کسانوں کو یہ صورت کثرت کے ساتھ پیش آتی رہتی ہے؟

جواب:

اس کے جواز کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) ایک جنس کو کسی دوسری جنس کے بدلے خرید لیا جائے، مثلاً: گندم کو گندم کے بدلے خریدنے کے بجائے گندم کی چاول کے بدلے خرید و فروخت کر لی جائے۔ اس صورت میں کمی بیشی جائز ہو جائے گی، لیکن اس صورت میں خرید و فروخت نقد ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی ایک جانب بھی ادھار ہوا، تو یہ معاملہ پھر سود ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو جائے گا۔

(۲) اگر جنس کی اسی جنس مثلاً: چاول کی چاول یا گندم کی گندم کے بدلے ہی خرید و فروخت کرنی ہے، تو نقد و نقد اور برابری کے ساتھ کر لی جائے۔

(۳) اس کے علاوہ ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ خرید و فروخت رقم کے بدلے کی جائے۔ مثلاً: یوں کریں کہ پہلے آڑھتی کسان سے اس کے کم کوالٹی والے ایک سو بیس کلو چاول مخصوص رقم کے بدلے خرید لے اور چاول وصول کر کے رقم کسان کے حوالے کر دے۔ پھر کسان اسی رقم کے بدلے آڑھتی سے اعلیٰ کوالٹی کے سو کلو چاول خرید لے۔ یوں دونوں کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور سود بھی نہیں ہو گا۔

(٤) ایک اور طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مثلاً: اگر سو کلو اعلیٰ کوالٹی کے چاولوں کی ایک سو بیس کلو نارمل کوالٹی کے چاولوں کے ساتھ خرید و فروخت کرنی ہے، تو جس کے چاول کم ہیں وہ

www.dawateislami.net

ساتھ میں کوئی اور چیز مثلاً گندم یا رقم وغیرہ ملا کر خرید و فروخت کرلے۔ اب یوں ہو گا کہ ایک طرف اعلیٰ کوالٹی کے سو کلو چاول اور ساتھ میں کچھ گندم یا کچھ رقم ہو گی اور دوسری طرف ایک سو بیس کلو کم کوالٹی کے چاول ہوں گے۔ تو اب یہ معاملہ جائز ہو جائے گا، کیونکہ سو کلو چاول دوسری طرف سو کلو چاولوں کا بدل ہو جائے گا اور ایک طرف جو بیس کلو اضافی چاول ہیں ان کا بدل دوسری طرف وہ گندم یا رقم بن جائے گی۔

سوال نمبر:15

بعض اوقات کسان مال فروخت کرنے کے لیے منڈی میں لاتا ہے اور آڑھتی سے منڈی کا ریٹ معلوم کرتا ہے کہ آج فلاں فلاں چیز کا کیا ریٹ چل رہا ہے؟ تو آڑھتی کسان کو کم بھاؤ بتا کر سستے داموں چیز خرید لیتا ہے، پھر منڈی کے اصل ریٹ کے مطابق مہنگے داموں مال فروخت کر دیتا ہے۔ آڑھتی کا کسان کو منڈی کا بھاؤ کم بتانا اور سستے داموں خرید کر بعد میں مہنگے داموں بیچنا کیسا ہے؟

جواب:

آڑھتی کا کسان سے اس کی رضا مندی کے ساتھ سستے داموں چیز خرید کر مہنگے داموں فروخت کرنا، شرعاً جائز ہے، لیکن آڑھتی کا کسان سے جھوٹ بولنا، اسے دھوکہ دینا سخت ناجائز حرام اور گناہ ہے، مثلاً: کسان آڑھتی سے پوچھے کہ آج کل فلاں چیز کا کیا ریٹ چل رہا ہے؟ تو آڑھتی جان بوجھ کر کم قیمت بتائے یا کہے کہ آج کل اس کے خریدار نہیں ہیں وغیرہ اور یہ بات حقیقت کے خلاف ہو، تو اس طرح آڑھتی کا جھوٹ بولنا اور اسے دھوکہ دینا، ناجائز اور گناہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور جھوٹ اور دھوکے وغیرہ کی صورت نہ ہو، تو اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے۔

معجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ”نھی

www.dawateislami.net

رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتلقى الجلب "ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع فرمایا ہے۔ (المعجم الاوسط، جلد6، صفحہ263، مطبوعہ دار الحرمین، القاھرہ)

اور تلقی جلب کی تفصیل فتح القدیر میں یوں بیان کی گئی ہے:" وللتلقي صورتان: إحداهما أن يتلقاهم المشترون للطعام منهم في سنة حاجة ليبيعوه من أهل البلد بزيادة، وثانيتهما أن يشتري منهم بأرخص من سعر البلد وهم لا يعلمون بالسعر "ترجمہ: تلقی جلب کی دو صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ کہ حاجت کے زمانے میں شہر کے خریدار باہر سے غلہ لانے والے تاجروں سے ملاقات کر کے ان سے غلہ خرید لیں، تاکہ شہریوں کو مہنگے داموں بیچیں اور دوسری صورت یہ کہ ان سے شہر کے ریٹ سے کم ریٹ میں غلہ خرید لیں اس حال میں کہ باہر کے تاجر شہر کے ریٹ سے ناواقف ہوں۔

(فتح القدیر، جلد6، صفحہ477، مطبوعہ دار الفکر)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:" حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے ممانعت فرمائی۔ یعنی باہر سے تاجر جو غلہ لا رہے ہیں، اُن کے شہر میں پہنچنے سے قبل باہر جا کر خرید لینا، اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اہل شہر کو غلہ کی ضرورت ہے اور یہ اس لیے ایسا کرتا ہے کہ غلہ ہمارے قبضہ میں ہو گا، نرخ زیادہ کر کے بیچیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلہ لانے والے تجار کو شہر کا نرخ غلط بتا کر خریدے، مثلاً شہر میں پندرہ سیر کے گیہوں بکتے ہیں، اس نے کہہ دیا: اٹھارہ سیر کے ہیں، دھوکہ دے کر خریدنا چاہتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں، تو ممانعت نہیں۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ724، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

www.dawateislami.net

آڑھتی اور کسان کے درمیان پیش آنے والے مختلف مسائل

سوال نمبر:16

اگر کسان نے آڑھتی سے قرض یا کاشتکاری کے لیے مختلف اشیاء ادھار لی ہوں، لیکن پیداوار اس آڑھتی کو بیچنے کی بجائے کسی اور کو بیچ دی، تو کئی آڑھتی کسان سے تین سے چھ فیصد تک جرمانہ وصول کرتے ہیں کہ اس نے فصل ہمیں بیچنے کی بجائے کسی دوسرے کو کیوں بیچی۔ کیا آڑھتی اس طرح جرمانہ وصول کر سکتے ہیں؟

جواب:

اگر کسان نے فصل اپنے آڑھتی (جس سے قرض وغیرہ لیا ہوا تھا، اس) کے علاوہ کسی اور کو بیچ دی، تو اس وجہ سے قرض دینے والے آڑھتی کا کسان سے جرمانہ وصول کرنا، ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ اولاً آڑھتی کا قرض دیتے وقت یا ادھار بیچتے وقت یہ شرط لگانا ہی جائز نہیں کہ کسان اپنی فصل اسی کو بیچے گا، کیونکہ یہ سود یا بیع فاسد کی صورت بنتی ہے، جو جائز نہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ ثانیاً یہ مالی جرمانہ ہے اور مالی جرمانہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔

اسلام میں مالی جرمانہ جائز نہیں۔ چنانچہ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: "التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام، ثم نسخ" ترجمہ: مالی جرمانہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ (بحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد5، صفحہ68، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ در مختار میں ہے: "لا باخذ مال فی المذھب" ترجمہ: مالی جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد5، صفحہ111، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

www.dawateislami.net

سوال نمبر:17

کئی منڈیوں میں آڑھتیوں نے باقاعدہ یہ طے کیا ہوتا ہے کہ اگر مقروض کسان اپنے آڑھتی کے علاوہ کسی اور آڑھتی کے ذریعے سے سامان بکوائے گا، تو سامان بیچنے والے آڑھتی پر لازم ہے کہ وہ اس مال پر حاصل ہونے والا تمام کمیشن قرض دینے والے آڑھتی کو ادا کرے گا، ان کا اس طرح طے کرنا کیسا ہے؟

جواب:

آڑھتیوں کا آپس میں یوں طے کرنا کہ "اگر کسان اپنے آڑھتی کے علاوہ کسی دوسرے آڑھتی کے ذریعے سامان بکوائے گا، تو دوسرا آڑھتی کل یا بعض کمیشن قرض دینے والے آڑھتی کو ادا کرے گا" یہ جائز نہیں، کیونکہ جس نے سامان بیچا ہے، شرعاً اس کے کمیشن کا حقدار بھی وہی ہے، کسی دوسرے کا بلاوجہ شرعی اس سے وہ کمیشن لینا باطل طریقے سے مسلمان کا مال کھانا ہے اور باطل طریقے سے مسلمان کا مال کھانے کی حرمت واضح طور پر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: "اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔" (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت188)

اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے: "الخطاب بهذه الاية يتضمن جميع امة محمد صلى الله عليه وسلم ،والمعنى:لا ياكل بعضكم مال اخيه بغير حق ،فيدخل فى هذا:القمار والخداع والغصوب وجحد الحقوق ومالا تطيب به نفس مالكه او حرمته الشريعة وان طابت به نفس مالكه كمهر البغى وحلوان الكاهن و اثمان الخمور والخنازير وغير ذلك" ترجمہ: اس آیت میں خطاب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو شامل ہے اور معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کا مال ناحق طریقے سے

www.dawateislami.net

نہ کھائے، اس عموم میں جوا، دھوکہ، غصب، حق دینے سے انکار (کر کے حق کھا جانا)، جس چیز کے دینے پر مالک راضی نہ ہو وہ لینا اور جس کی حرمت شریعت سے ثابت ہو اسے لینا، اگرچہ مالک دینے پر راضی ہو، جیسے زانیہ کی کمائی، کاہن کا نذرانہ اور خنزیر و شرابوں کی قیمتیں وغیرہ سب داخل ہیں۔ (تفسیر قرطبی، جلد2، صفحہ338، مطبوعہ دار الکتب المصریہ، القاھرہ)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا یحل لامرء ان یاخذ مال اخیہ بغیر حقہ وذلک لما حرم اللہ مال المسلم علی المسلم "ترجمہ: مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا ناحق مال کھائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا (بلاوجہ شرعی) مال لینا حرام فرمایا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد39، صفحہ19، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

سوال نمبر:18

کسان آڑھتی کی دوکان میں اپنا مال پہنچا دیتے ہیں اور مال بکنے میں ابھی ٹائم باقی ہوتا ہے، تو کسان آڑھتی سے کچھ رقم لے کر چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مال بکے گا، تو حساب کر لیں گے، کیا یہ درست ہے؟

جواب:

اس رقم لینے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ کسان آڑھتی سے یہ رقم بطورِ قرض لیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب میرا مال بکے گا، تو حساب کر کے قرض تمہیں واپس کر دوں گا، تو آڑھتی کی رضامندی سے یہ قرض لینا جائز ہے، اسے اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کسان آڑھتی کو سامان بیچ کر اس سے اپنے سامان کی کچھ قیمت

www.dawateislami.net

لیتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ سامان بکنے پر کمی بیشی کر لیں گے یعنی قیمت طے کر لیں گے، تو یہ حرام ہے، کیونکہ خرید و فروخت درست ہونے کے بنیادی اصولوں میں قیمت طے ہونا بھی ضروری ہے، اگر سودا ہو جائے، لیکن قیمت میں ایسی جہالت باقی ہو جو بعد میں جھگڑے کا باعث بنے، تو اس کی وجہ سے عقد (معاہدہ / ایگریمنٹ) فاسد اور ناجائز ہوتا ہے اور عقدِ فاسد کی وجہ سے عاقدین یعنی معاہدہ / ایگریمنٹ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں اور اس عقد کو ختم کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے: "جهالة المبيع او الثمن مانعة جواز البيع اذا كان يتعذر معها التسليم "ترجمہ: مبیع یا ثمن کی جہالت بیع جائز ہونے کے مانع ہے، جبکہ اس کی وجہ سے سپرد کرنا متعذر ہو۔ (فتاوی ھندیہ، جلد3، صفحہ122، مطبوعہ دار الفکر)

صدرُ الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بیع کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بیان کرتے ہیں: "مبیع و ثمن دونوں اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع (جھگڑا) پیدا نہ ہو سکے، اگر مجہول ہوں کہ نزاع ہو سکتی ہو، تو بیع صحیح نہیں، مثلاً: اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچی یا اس چیز کو واجبی دام پر بیچا یا اس قیمت پر بیچا جو فلاں شخص بتائے۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ617، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "اگر علی الحساب بطور قرض لیتا ہے، تو دکاندار کی مرضی سے لے سکتا ہے، اس پر جبر نہیں کر سکتا اور اگر دکاندار سے اس مال کی قیمت لیتا اور یہ شرط کرتا کہ فروخت پر کمی بیشی کا حساب ہو جائے گا، تو یہ حرام ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ126، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال نمبر:19

بعض اوقات آڑھتی بھی کسان سے اپنی اجرت پیشگی وصول کر لیتا ہے۔ کیا آڑھتی مال بیچنے

www.dawateislami.net

سے پہلے اپنی اجرت لے سکتا ہے؟

جواب:

آڑھتی یا کوئی بھی ملازم عام اصول کے مطابق کام کرنے کے بعد ہی اجرت کا مستحق ہوتا ہے ، البتہ اگر کام کروانے والا اپنی مرضی سے کام مکمل ہونے سے پہلے ہی اجرت دے دے، تو یہ بھی جائز ہے۔ یونہی اگر معاہدہ کرتے وقت دونوں فریق باہم رضامندی سے پیشگی اجرت یعنی کام سے پہلے اجرت لینا و دینا طے کر لیں، تو یہ صورت بھی جائز ہے اور اس صورت میں آڑھتی یا ملازم کام سے پہلے ہی اجرت کا مطالبہ بھی کر سکے گا۔

فتاوی شامی میں ہے: "ولا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار ونحوہ کفتال وحمال ودلال وملاح "ترجمہ: اجیر مشترک کام سے پہلے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا، جیسے دھوبی اور اس کی مثل دیگر افراد جیسے رسی بنانے والا، بوجھ اٹھانے والا، کمیشن پہ چیزیں بیچنے والا اور کشتی چلانے والا۔ (فتاوی شامی، جلد6، صفحہ64، دار الفکر، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ پیشگی اجرت لینے کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں: "اجارہ میں اجرت محض عقد سے مِلک میں داخل نہیں ہوتی یعنی عقد کرتے ہی اُجرت کا مطالبہ درست نہیں یعنی فوراً اُجرت دینا واجب نہیں، اُجرت ملک میں آنے کی چند صورتیں ہیں: (۱) اُس نے پہلے ہی سے عقد کرتے ہی اُجرت دے دی، دوسرا اس کا مالک ہو گیا یعنی واپس لینے کا اُس کو حق نہیں ہے، (۲) یا پیشگی لینا شرط کر لیا ہو، اب اُجرت کا مطالبہ پہلے ہی سے درست ہے۔۔الخ" (بہارِ شریعت، جلد3، صفحہ110، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:20

آڑھتی کسان کی رضامندی سے اس کا سامان مقررہ مدت تک کے لیے ادھار بیچ دیتا ہے، پھر

www.dawateislami.net

مقررہ مدت کے بعد جب کسان اسے سامان کی قیمت وصول کرنے کا کہتا ہے، تو آڑھتی خریدار سے تعلقات بحال رکھنے کے لیے خوامخواہ قیمت وصول کرنے میں تاخیر کرتا ہے اور کئی دفعہ تو کسان کو یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ آپ خود وصول کرلو، حالانکہ کسان کے لیے خود قیمت وصول کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آڑھتی کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں آڑھتی کا ادھار کی مقررہ مدت کے بعد سامان کی قیمت وصول کرنے میں خوامخواہ تاخیر کرنا اور کسان کو خود قیمت وصول کرنے کا پابند کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ آڑھتی اجرت لے کر کام کرتا ہے اور جو شخص اس طرح اجرت لے کر کام کرے اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ خریدار سے خود سامان کی قیمت وصول کر کے مالک کے حوالے کرے، لہذا آڑھتی پر بھی لازم ہے کہ وہ مقررہ مدت پر خود قیمت وصول کر کے کسان کے سپرد کرے، اس کے برعکس قیمت کی وصول یابی میں بلا عذرِ شرعی تاخیر کرنا یا کسان کو قیمت وصول کرنے کا پابند بنانا، خلافِ شرع اور سراسر ظلم ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب الہدایہ میں ہے: " والبياع والسمسار يجبران على التقاضي لأنهما يعملان بأجر عادة " ترجمہ: بیاع (اجرت پر چیز بیچنے والا) اور سمسار (بائع اور مشتری کے مابین واسطہ بننے والا) دین کا تقاضا کرنے پر مجبور کیے جائیں گے، کیونکہ یہ عام طور پر اجرت کے بدلے کام کرتے ہیں۔ (الھدایہ، جلد3، صفحہ207، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "دلال اور آڑھتی۔۔۔ یہ ثمن وصول کرنے پر مجبور ہیں۔"

(بہارِ شریعت، جلد3، صفحہ18، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

www.dawateislami.net

سوال نمبر:21

آڑھتی کا کسان کے لیے ضامن بننا کیسا ہے، یعنی آڑھتی کسان سے یوں کہے کہ اگر خریدار رقم نہیں دے گا، تو اس کی جگہ میں دوں گا، کیا یہ درست ہے؟

جواب:

آڑھتی کا کسان کے لیے سامان کی قیمت کا ضامن بننا (یعنی یوں کہنا کہ اگر خریدار قیمت ادا نہیں کرے گا، تو میں ادا کروں گا) صحیح نہیں، بلکہ باطل ہے اور ایسا کہنے سے یہ شرعی طور پر کفیل (ضامن) نہیں بنے گا، کیونکہ آڑھتی وکیل بالاجرت ہوتا ہے اور اس کی ذمہ داری میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ خریدار سے سامان کی قیمت وصول کر کے مالک کے حوالے کرے، اگر وہ خود ہی رقم دینے کا ضامن بن جائے، تو گویا وہ اپنا ضامن خود ہی بن رہا ہے اور یوں اس کا اپنی ذات کے لیے کام کرنا لازم آئے گا، جبکہ ضامن دوسرے کے لیے کام کرتا ہے۔

چونکہ یہ ضمانت باطل ہے اس لیے نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر بعد میں آڑھتی نے اپنے آپ کو ضامن سمجھتے ہوئے کسان کو اپنی رقم ادا کی، تو وہ اس کسان سے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے (لیکن اب بھی خریدار سے قیمت وصول کر کے کسان تک پہنچانا اسی کے ذمے ہو گا۔) ہاں اگر آڑھتی کو پتا تھا کہ اس طرح میں شرعی ضامن نہیں بنا اور اپنے پلے سے رقم دینا مجھ پر لازم نہیں، لیکن اس کے باوجود احساناً اس نے کسان کو اپنے پلے سے رقم دے دی، تو یوں دینا جائز ہے اور اب یہ کسان سے واپس بھی نہیں لے سکتا۔

در مختار میں ہے: "ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل، لأنه وكيل بالأجر وذكروا أن الوكيل لا يصح ضمانه، لأنه يصير عاملا لنفسه" ترجمہ: دلال اور آڑھتی کا بائع کے لیے ثمن کا ضامن بننا باطل ہے، کیونکہ یہ افراد وکیل بالاجرت ہوتے ہیں اور

www.dawateislami.net

فقہائے کرام رحمہم اللہ السلام نے ذکر کیا کہ وکیل بالاجرت کا ضامن بننا درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں وہ اپنی ذات کے لیے کام کرنے والا ہو جائے گا۔

(در مختار، جلد5، صفحہ334، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

"یصیر عاملا لنفسه" کے تحت فتاوی شامی میں ہے: "إذ ولایة القبض له والضامن یعمل لغیره "ترجمہ: کیونکہ ثمن پر قبضہ کرنے کی ولایت (پہلے سے) دلال کے لیے ہے، حالانکہ ضامن تو اپنے علاوہ دوسرے کے لیے کام کرتا ہے۔

(فتاوی شامی، جلد5، صفحہ334، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "وکیل بیع نے مشتری کی طرف سے بائع کے لیے ثمن کی ضمانت کر لی، یہ جائز نہیں، پھر اگر اس ضمانت باطلہ کی بنا پر وکیل نے بائع کو ثمن اپنے پاس سے دے دیا، تو بائع سے واپس لے سکتا ہے اور اگر ادا کیا، مگر ضمانت کی وجہ سے نہیں، تو واپس نہیں لے سکتا کہ متبرع ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ1007، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(کمیشن کے مسائل)

سوال نمبر22:

منڈی میں جب آڑھتی لوگوں کا سامان فروخت کرتے ہیں، تو کمیشن پر فروخت کرتے ہیں۔ کچھ آڑھتی دونوں جانب (کسان اور گاہک) سے کمیشن لیتے ہیں، کیا دونوں جانب سے کمیشن لینا جائز ہے؟

جواب:

آڑھتی کی شرعی حیثیت دلال / بروکر کی ہے اور دلال کے بارے میں تفصیلی حکم یہ ہے کہ:

www.dawateislami.net

(۱) اگر وہ کسی ایک فریق کا نمائندہ بن کر خود خرید و فروخت نہ کرے، بلکہ دونوں (یعنی بیچنے والے اور خریدنے والے) کو محنت و کوشش اور بھاگ دوڑ کر کے ملادے اور ان کا عقد کرادے اور وہاں دونوں طرف سے کمیشن لینے کا رواج ہو، تو وہ دونوں طرف سے کمیشن لے سکتا ہے اور اس صورت میں اگر کسی ایک جانب سے کمیشن لینے کا رواج ہے، تو فقط اسی ایک جانب سے لے سکتا ہے۔

(۲) اور اگر کسی ایک فریق کی جانب سے نمائندہ بن کر خود خرید و فروخت کرتا ہے، تو فقط اسی سے کمیشن لے سکتا ہے، دوسرے فریق سے لینا جائز نہیں۔

آڑھتی حضرات چونکہ کسان کی نمائندگی کرتے ہوئے خود سامان فروخت کرتے ہیں، لہذا اس صورت میں ان کا دوسرے فریق سے کمیشن لینا جائز نہیں ہے۔

العقود الدریہ میں ہے: " وفي فوائد صاحب المحيط: الدلال إذا باع العين بنفسه، ثم أراد أن يأخذ من المشتري الدلالة ليس له ذلك، لأنه هو العاقد حقيقة وتجب على البائع الدلالة، لأنه فعل بأمر البائع هكذا أجاب ثم قال ولو سعى الدلال بينهما وباع المالك بنفسه يضاف إلى العرف إن كانت الدلالة على البائع فعليه وإن كانت على المشتري فعليه وإن كانت عليهما فعليهما " ترجمہ: اور صاحبِ محیط کے فوائد میں ہے کہ دلال نے (مالک کی) چیز خود بیچی، پھر خریدنے والے سے بھی کمیشن لینا چاہتا ہے، تو اس کے لیے یہ جائز نہیں، کیونکہ یہاں حقیقتاً وہی عقد کر رہا ہے اور اس کا کمیشن بائع پر لازم ہو گا، کیونکہ اس نے بائع کے حکم سے ہی چیز بیچی ہے، صاحبِ محیط نے یونہی جواب دیا، پھر کہا: اور اگر دلال نے بائع اور مشتری دونوں کے درمیان محنت و کوشش کی، لیکن مالک نے چیز خود بیچی، تو عرف دیکھا جائے گا، اگر عرف میں کمیشن بائع کے ذمے ہو، تو اس پر کمیشن لازم ہو گا اور اگر

www.dawateislami.net

مشتری کے ذمے ہو، تو اسی پر لازم ہو گا اور اگر دونوں کے ذمے ہو، تو دونوں پر لازم ہو گا۔

(الفتاوی تنقیح الحامدیہ، جلد1، صفحہ247، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "دلال کی اُجرت یعنی دلالی بائع کے ذمہ ہے جب کہ اُس نے سامان مالک کی اجازت سے بیع کیا ہو اور اگر دلال نے طرفین میں بیع کی کوشش کی ہو اور بیع اس نے نہ کی ہو، بلکہ مالک نے کی ہو، تو جیسا وہاں کا عرف ہو یعنی اس صورت میں بھی اگر عرفاً بائع کے ذمّہ دلالی ہو، تو بائع دے اور مشتری کے ذمہ ہو، تو مشتری دے اور دونوں کے ذمہ ہو، تو دونوں دیں۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ639، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر23:

کئی آڑھتی کسانوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ان سے کم کمیشن لیتے ہیں یا بالکل ہی معاف کر دیتے ہیں اور وہ کمیشن خریدار سے وصول کرتے ہیں، کیا آڑھتی اس طرح کر سکتا ہے؟

جواب:

آڑھتی کا کسان کو کمیشن بالکل معاف کر دینا یا عرف سے کم لینا تو شرعاً جائز ہے، لیکن کمیشن گاہک سے وصول کرنا، جائز نہیں، کیونکہ آڑھتی خود عقد کرتا یعنی مالک کا سامان بیچتا ہے اور جو شخص خود عقد کرے یعنی کوئی چیز خریدے یا بیچے تو اس کے لیے سامنے والے سے کمیشن وصول کرنا، جائز نہیں ہوتا، لہذا آڑھتی کا گاہک سے کمیشن وصول کرنا، جائز نہیں ہے۔

خود خرید و فروخت کرنے والا دوسرے فریق سے کمیشن نہیں لے سکتا، جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے: "ولیس له اخذ شیء من المشتری ،لانه هو العاقد حقیقةً شرح وهبانیة وظاهره انه لا یعتبر العرف هنا ،لانه لا وجه له" ترجمہ: اور اس (یعنی بیچنے والے) کے لیے

www.dawateislami.net

خریدنے والے سے کمیشن وصول کرنا، جائز نہیں، کیونکہ حقیقت میں وہی عقد کرنے والا ہے، شرح وہبانیہ اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہاں عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہاں عرف کے معتبر ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(فتاوی شامی، جلد4، صفحہ560، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

سوال نمبر24:

منڈی میں کچھ آڑھتیوں کا کمیشن پہ مال بیچنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ فی بوری یا فی پیٹی کے حساب سے مخصوص رقم بطورِ کمیشن طے کرتے ہیں۔ کیا اس طرح فی بوری یا فی پیٹی کے حساب سے کمیشن طے کرنا درست ہے؟

جواب:

سوال کا جواب جاننے سے قبل یہ بات ذہن نشین رہے کہ آڑھتی کی شرعی حیثیت دلال / بروکر کی ہے اور دلال فقط اجرتِ مثل کا مستحق ہوتا ہے (یعنی اتنے کام کی عرف میں جتنی مزدوری چل رہی ہو، اتنی ہی لے سکتا ہے) اس سے زیادہ کا حقدار نہیں ہوتا، حتی کہ اگر زیادہ مقرر کر لی ہو، تب بھی اجرت مثل ہی ملے گی۔ البتہ اگر اجرتِ مثل سے کم اجرت طے ہوئی، تو پھر طے شدہ ہی ملے گی کہ اس صورت میں وہ خود کمی پر راضی ہوا ہے۔

اس تفصیل کے بعد پوچھی گئی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر آڑھتی فی بوری یا فی پیٹی کے حساب سے مزدوری طے کرے اور یہ اجرت وہاں کے عرف کے مطابق یا اس سے کم ہو، تو یہ جائز ہے اور اگر عرف سے زیادہ ہو، تو یہ جائز نہیں، حتی کہ اگر عرف سے زیادہ طے کر لی تب بھی اجرت مثل ہی ملے گی، طے شدہ نہیں ملے گی۔

محیطِ برہانی میں ہے: "وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل" ترجمہ: اور دلال اور

www.dawateislami.net

سمسار (کمیشن ایجنٹ کے اجارے میں) اجرتِ مثل واجب ہے۔

(محیطِ برھانی، جلد7، صفحہ485، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "اگر بائع کی طرف سے محنت و کوشش و دوا دوش میں اپنا زمانہ صرف کیا، تو صرف اجر مثل کا مستحق ہو گا، یعنی ایسے کام میں اتنی سعی پر جو مزدوری ہوتی ہے، اس سے زائد نہ پائے گا، اگرچہ بائع سے قرارداد کتنے ہی زیادہ کا ہو اور اگر قرارداد اجر مثل سے کم کا ہو، تو کم ہی دلائیں گے کہ سقوطِ زیادت پر خود راضی ہو چکا۔۔۔

حموی میں ہے: "ولا یتجاوز بہ ما سمی وکذا لو قال: اشترلی کما فی البزازیۃ وعلی قیاس ھذا السماسرۃ و الدلالون الواجب اجر المثل کما فی الولوالجیۃ "ترجمہ: مثلی اجرت میں طے کردہ اجرت سے اضافہ نہ کیا جائے گا۔ یوں ہی اگر (کسی کو) کہا: تو مجھے (فلاں چیز) خرید دے (تو اس میں بھی اجرت مثل ملے گی)، جیسا کہ بزازیہ میں ہے اور اسی قیاس پر کمیشن ایجنٹ اور دلال حضرات کا معاملہ ہو گا کہ (وہاں بھی) مثلی اجرت واجب ہو گی، جیسا کہ ولوالجیہ میں ہے۔" (فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ453تا454، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

منڈی میں خرید و فروخت کے وقت پیش آنے والے مسائل

سوال نمبر:25

منڈی میں کچھ افراد آڑھتیوں کے پاس کام کرتے ہیں، مثلاً: آڑھتی کا سامان کسی جگہ بھیجنے پر اس کی لوڈنگ کرنا اور سامان آنے پر اَن لوڈنگ کرنا، پھر اس کی حفاظت کرنا وغیرہ اور آڑھتی ان افراد کو اس کام کی روزانہ کی بنیاد پہ یا ماہانہ اجرت دیتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب آڑھتی سامان فروخت کرتے ہیں، تو چونکہ عام طور پر سامان گودام یا ٹرکوں میں ہوتا ہے اور یہ افراد سامان تولنے یا پیٹیاں گننے کے بعد گودام یا ٹرک سے نکال کر گاہک کے حوالے کر دیتے ہیں، پھر آڑھتی جب

www.dawateislami.net

سامان کی قیمت وصول کرتا ہے، تو ساتھ ان افراد کی مزدوری کے نام پر بھی کچھ رقم گاہک سے وصول کرلیتا ہے، تو کیا ان افراد کی اجرت گاہک پر لازم ہے؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں آڑھتی کا اپنے ان افراد کی مزدوری خریدار سے وصول کرنا، جائز نہیں ہے، کیونکہ جب یہ افراد آڑھتی کے ملازم ہیں، آڑھتی نے انہیں اپنے کام کے لیے رکھا ہوا ہے، یہ اسی کا کام کرتے ہیں، خریدار کا کام نہیں کرتے، تو ان کی اجرت بھی اسی پر لازم ہے، خریدار یا اس کے علاوہ کسی اور پر نہیں۔ البتہ اگر خریدار اپنی مرضی سے ان افراد کو بطورِ احسان کچھ رقم وغیرہ دے دے، تو اس میں حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ”یہ نوکر اسی شخص کا نوکر اور اسی کے کام پر مقرر، اس نے خود ہی اسے اپنے کام کے لیے رکھا، تو تنخواہ یا خوراک جو کچھ ٹھہری ہو، اسی پر ہے۔ قرضداروں سے کچھ تعلق نہیں، نہ ان سے خواہ دوسرے اہل دیہہ سے کوئی جبراً لے سکے۔ ہاں وہ رضامندی (سے) اپنا مہمان سمجھ کر کھانا دے دیں، تو یہ جدا بات ہے۔“

(فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ440، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

اہم وضاحت: آڑھتیوں کو جب بتایا جائے کہ آپ کا اپنے کام کے لیے رکھے ہوئے افراد کی اجرت خریدار سے وصول کرنا، جائز نہیں ہے، تو وہ یوں کہتے ہیں کہ ”یہ افراد چونکہ خریدار کے لیے بھی تو سامان تول یا گن کر اس کے حوالے کرتے ہیں، لہذا ان کی اجرت بھی خریدار پر لازم ہے“ حالانکہ ان کی یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ خرید و فروخت جب منعقد (فائنل) ہو جائے، تو بیچنے والے پر واجب ہو جاتا ہے کہ بیچی گئی چیز خریدار کے حوالے کرے اور خریدار پر واجب ہوتا ہے کہ قیمت بیچنے والے کے حوالے کرے۔ پھر اگر بیچی گئی چیز یا قیمت دوسرے کو سپرد کرنے میں

www.dawateislami.net

اخراجات ہوں، تو بیچی گئی چیز سے متعلقہ اخراجات بیچنے والے پر اور قیمت سے متعلقہ اخراجات خریدار پر لازم ہوتے ہیں، جیسا کہ فقہائے کرام نے واضح طور پر فرمایا کہ بیچی گئی چیز کے ماپنے، تولنے یا گنتی کرنے کی مزدوری بیچنے والے کے ذمے لازم ہے اور قیمت کے طور پر دی جانے والی چیز اگر تولنے والی ہو، تو اسے تولنے اور گننے والی ہو، تو اسے گننے وغیرہ کی اجرت خریدار پر لازم ہے، کیونکہ قیمت حوالے کرنا خریدار کا کام ہے، لہذا آڑھتی کا سامان تول کر یا گن کر خریدار کے حوالے کرنے والے افراد کی اجرت گاہک سے وصول کرنا، جائز نہیں ہے۔

تحفۃ الفقہاء میں ہے: "اما حكم البيع، فهو ثبوت الملك في المبيع للمشتري وثبوت الملك في الثمن للبائع اذا كان البيع باتا" ترجمہ: بیع کا حکم یہ ہے کہ مشتری کے لیے مبیع پر ملکیت ثابت ہو جائے اور بائع کے لیے ثمن پر، جبکہ بیع قطعی ہو۔"

(تحفة الفقهاء، كتاب البيوع، جلد2، صفحہ 37، دار الكتب العلميه، بيروت)

بہار شریعت میں ہے: "بیع کا حکم یہ ہے کہ مشتری مبیع کا مالک ہو جائے اور بائع ثمن کا، جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بائع پر واجب ہے کہ مبیع کو مشتری کے حوالہ کرے اور مشتری پر واجب کہ بائع کو ثمن دے دے، یہ اُس وقت ہے کہ بیع بات (قطعی) ہو۔"

(بہار شریعت، جلد2، صفحہ 617، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

بحر الرائق میں ہے: "(وأجرة الكيل على البائع) يعني إذا بيع مكايلة، وكذا أجرة الوزان والعداد عليه والذراع، لأنه من تمام التسليم وتسليم المبيع عليه فكذا ما كان من تمامه ـ (واجرة نقد الثمن ووزنه على المشتري) لما ذكرنا ان الوزن من تمام التسليم وتسليم الثمن على المشتري، فكذا ما يكون من تمامه" ترجمہ: ماپ کر بیچی جانے والی کوئی چیز بیچی گئی، تو اسے ماپنے کی اجرت بیچنے والے پر لازم ہے۔ یونہی وزن کرنے

www.dawateislami.net

والے، گننے والے اور پیمائش کرنے والے کی اجرت بھی بائع پر ہے، کیونکہ یہ چیزیں تمامیتِ تسلیم میں سے ہیں اور مبیع کو سپرد کرنا بیچنے والے پر لازم ہے، تو جو چیزیں اس کی تمامیت میں سے ہیں، وہ بھی بائع پر لازم ہیں اور ثمن کے وزن اور کھرے کھوٹے کی پہچان کرنے والے کی اجرت مشتری کے ذمے ہوگی، اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ ثمن کا وزن تمامیتِ تسلیم میں سے ہے اور ثمن کو (بائع کے) سپرد کرنا مشتری کے ذمے ہے، یونہی ہر اس کام کے اخراجات بھی (مشتری پر لازم ہوں گے، جو) تمامیتِ تسلیم میں سے ہو۔"

(البحر الرائق، کتاب البیع، جلد5، صفحہ330، دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے: "المصارف المتعلقة بتسلم المبيع تلزم البائع وحده مثلا أجرة الكيال للمكيلات والوزان للموزونات المبيعة تلزم البائع وحده" ترجمہ: مبیع کو سپرد کرنے سے متعلقہ مصارف تنہا بائع پر لازم ہیں، مثلاً: بیچی جانے والی مکیلی چیزوں کو ماپنے، موزونی چیزوں کے وزن کرنے کی اجرت تنہا بائع پر لازم ہے۔

(مجلۃ الاحکام العدلیہ، صفحہ58، مطبوعہ کراچی)

نوٹ: واضح رہے کہ آڑھتی کے ذمہ اتنا ہی کام ہے کہ وہ سامان بیچنے کے بعد گن کر علیحدہ کر کے خریدار کے سپرد کر دے، یہاں تک اگر کوئی خرچہ کرنا پڑا تو یہ آڑھتی کے ذمہ ہے، لیکن خریدار کے ٹرک میں مال لوڈ کرنا آڑھتی کے ذمہ نہیں ہے۔ لہذا اگر خریدار خریداری کے بعد اپنا سامان اپنے ٹرک وغیرہ میں آڑھتی کے مزدوروں سے ہی لوڈ کروائے، تو آڑھتی اس لوڈنگ کی مزدوری خریدار سے لے سکتا ہے۔

یونہی اگر کسان اپنی فصل لوڈ کر کے آڑھتی کے پاس بیچنے کے لیے لایا، تو اب ٹرک سے اتار کر آڑھتی کے حوالے کرنا، یہ کسان کی ذمہ داری ہے، لہذا اگر کسان آڑھتی کے مزدوروں سے اَن

www.dawateislami.net

لوڈنگ کرواتا ہے، تو آڑھتی اس کی مزدوری کسان سے لے سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں مزدوری کی مقدار طے اور معلوم ہونی چاہیے، تاکہ بعد میں جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔

سوال نمبر:26

آڑھتی حضرات یا ان کے منشی جب کسان کا مال بیچتے ہیں، تو بیچنے کے بعد بیچے ہوئے مال میں سے پھل وغیرہ کے کچھ عمدہ عمدہ دانے اٹھالیتے ہیں اور منڈی میں اسے ڈالی کہا جاتا ہے۔ یہ طریقہ منڈی میں معروف تو ہے، لیکن ڈالی کے نام پہ اتنے یا اس طرح کے پھل اٹھالیے جاتے ہیں، جس پر مالک راضی نہیں ہوتا اور بعض اوقات تو ڈالی کے نام پہ لیے ہوئے پھل اتنے زیادہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں بھی بولی لگا کر بیچ دیا جاتا ہے۔ کیا آڑھتی یا اس کے منشی کا بیچے ہوئے مال میں سے ڈالی کے نام پہ پھل وغیرہ اٹھالینا شرعاً جائز ہے؟

جواب:

سامان خریدنے کے بعد خریدار اس سامان کا مالک ہو جاتا ہے اور مالک کی رضامندی کے بغیر آڑھتی یا اس کے منشی کا بیچے ہوئے مال میں سے ڈالی کے نام پر پھل یا سبزی وغیرہ اٹھالینا، ناجائز اور گناہ ہے کہ یہ باطل طریقے سے مسلمانوں کا مال کھانا ہے اور باطل طریقے سے مسلمان کا مال کھانے کی حرمت واضح طور پر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ البتہ (آڑھتی یا اس کے منشی کے سوال کے بغیر) اگر مالک (یعنی خریدار) اس طرح پھل اٹھانے پہ رضامند ہو، تو جتنے پھل دینے پر وہ راضی ہے، فقط اتنے ہی لے سکتے ہیں، لیکن یہ اجازت بھی واقعتاً مالک کی خوش دلی سے ہونی چاہئے، مجبور ہو کر یا شرمندگی سے بچنے کی خاطر دی گئی اجازت کافی نہیں۔ لہذا اس طرح پھل اٹھانے والوں کو خوب غور کر لینا چاہیے کہ اس فعل پر مالک دلی طور پر راضی بھی ہے یا نہیں؟ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ چند پھلوں کی خاطر بندہ گنہگار اور عذابِ نار کا حقدار بن جائے اور احتیاط اس میں

www.dawateislami.net

ہے کہ اس طرح پھل اٹھانے سے ہی گریز کیا جائے۔ نیز چونکہ اسلام میں بلا ضرورت سوال کرنے/مانگنے سے بھی منع کیا گیا ہے، اس لیے بلا ضرورت مانگنے سے بھی بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: "اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔" (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت188)

اس آیت کے تحت تفسیر قرطبی میں ہے: "الخطاب بهذه الاية يتضمن جميع امة محمد صلى الله عليه وسلم ،والمعنى:لا ياكل بعضكم مال اخيه بغير حق ،فيدخل فى هذا:القمار والخداع والغصوب وجحد الحقوق ومالا تطيب به نفس مالكه او حرمته الشريعة وان طابت به نفس مالكه كمهر البغى وحلوان الكاهن و اثمان الخمور والخنازير وغير ذلك "ترجمہ: اس آیت میں خطاب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت کو شامل ہے اور معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کا مال ناحق طریقے سے نہ کھائے، اس عموم میں جوا، دھوکہ، غصب، حق دینے سے انکار (کر کے حق کھا جانا)، جس چیز کے دینے پر مالک راضی نہ ہو وہ لینا اور جس کی حرمت شریعت سے ثابت ہو اسے لینا، اگرچہ مالک دینے پر راضی ہو، جیسے زانیہ کی کمائی، کاہن کا نذرانہ اور خنزیر و شرابوں کی قیمتیں وغیرہ سب داخل ہیں۔ (تفسیر قرطبی، جلد2، صفحہ338، مطبوعہ دار الکتب المصریہ، القاھرہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا يحل لامرء ان ياخذ مال اخيه بغير حقه وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم "ترجمہ: مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا مال ناحق طریقے سے حاصل کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال حرام فرمایا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد39، صفحہ19، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

www.dawateislami.net

اور غیر کی مِلک میں تصرف کرنے کے بارے میں مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے:" لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک الغیر بلا إذنه "ترجمہ: کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے۔

(مجلۃ الاحکام العدلیۃ، صفحہ 27، مطبوعہ کراچی)

دوسرے کی رضا و خوشی سے اس کا مال لینا جائز ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا، إنه لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه "ترجمہ: خبردار! ظلم نہ کرو، خبردار! ظلم نہ کرو، بیشک کسی بھی شخص کا مال لینا حلال نہیں ہے، مگر اس کی رضا و خوشی سے۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 34، صفحہ 299، مطبوعہ، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

سوال نمبر: 27

کئی آڑھتی کسان سے کمیشن کے علاوہ مسجد، مدرسہ وغیرہ کسی فلاحی کام کے لیے کچھ رقم فنڈ کے نام سے بھی کاٹ لیتے ہیں، حالانکہ کئی دفعہ کسان اس پہ راضی نہیں ہوتا۔ کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب:

مسجد، مدرسہ اور اس کے علاوہ دیگر فلاحی کاموں میں مال خرچ کرنا شرعاً مطلوب اور اجرِ عظیم کا باعث ہے، لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر ان کاموں میں کسی کی رقم خرچ کرنی ہو، تو اس کے لیے مالک کی اجازت و رضامندی ضروری ہے، ورنہ مالک کی اجازت و رضامندی کے بغیر اس کی رقم کسی بھی کام، خواہ وہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، اس میں خرچ کرنا، جائز نہیں، اگر کریں گے تو ثواب کی بجائے گناہ ہو گا اور اس کے لیے مالک کو مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ ان

www.dawateislami.net

کاموں میں رقم خرچ کرنے کا شرعاً پابند نہیں ہے، لہذا مالک کی اجازت و رضامندی کے بغیر آڑھتی کا فنڈ کے نام پہ رقم کاٹ لینا شرعاً ناجائز اور ناحق طریقے سے مسلمان کا مال حاصل کرنا ہے۔ البتہ اگر مالک مسجد و مدرسہ وغیرہ کے لیے رقم کاٹنے پر رضامند ہو، مثلاً: اسے نیک کام میں خرچ کرنے کی ترغیب دلائی جائے اور وہ راضی ہو جائے، تو پھر رقم کاٹنا اور ان کاموں میں خرچ کرنا، جائز اور باعثِ ثواب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا یحل لامرء ان یاخذ مال اخیہ بغیر حقہ وذلک لما حرم اللہ مال المسلم علی المسلم "ترجمہ: مرد کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا مال ناحق طریقے سے حاصل کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا (بلاوجہ شرعی) مال لینا حرام فرمایا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد 39، صفحہ 19، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

ایک اور حدیث میں ہے: "ألا لا تظلموا، ألا لا تظلموا، إنه لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه "ترجمہ: خبردار! ظلم نہ کرو، خبردار! ظلم نہ کرو، بیشک کسی بھی شخص کا مال لینا حلال نہیں ہے، مگر اس کی رضا و خوشی سے۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 34، صفحہ 299، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "رہا چندہ، زید اس میں متبرع تھا "لا جبر علی المتبرع "ترجمہ: احسان کرنے والے پر زبردستی نہیں۔ تو اس سے مطالبہ بھی نہیں ہو سکتا۔" (فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 686، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال نمبر: 28

کئی دفعہ آڑھتی جب سامان بیچتے ہیں، تو اس وقت چونکہ کسان ساتھ نہیں ہوتا، تو سامان

www.dawateislami.net

اگر فی پیٹی تین سو روپے (300) کا بِکا ہے، تو آڑھتی کسان کو فی پیٹی دو سو اسی (280) روپے یا دو سو نوے (290) روپے بتاتے ہیں اور بقیہ رقم اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

جواب:

آڑھتی کا زیادہ قیمت میں مال فروخت کر کے کسان کو کم قیمت بتانا اور بقیہ رقم اپنے پاس رکھ لینا جھوٹ، دھوکہ، امانت میں خیانت اور باطل طریقے سے مسلمانوں کا مال کھانے جیسے کئی حرام کاموں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے سخت ناجائز، حرام اور گناہ ہے۔

اہم وضاحت: کچھ آڑھتی اس کے جواز کا حیلہ یہ بیان کرتے ہیں کہ "بعض اوقات چونکہ مال کم قیمت میں بھی بکتا ہے اور وہ کمی ہم اپنی طرف سے پوری کر کے کسان کو دیتے ہیں اور جب اچھے ریٹ میں بکتا ہے، تو ہم اس میں سے کچھ رقم اپنے پاس رکھ کر یوں مینج (manage) کر لیتے ہیں۔" حالانکہ ان کا اپنے طور پر اس طرح کرنا بھی شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ آڑھتی نے اگر مال کسان سے خود نہیں خریدا، تو وہ دلال / بروکر کی حیثیت سے کسان کا مال کمیشن پر بیچ رہا ہوتا ہے، نہ وہ اس مال کا مالک ہوتا اور نہ ہی بدلے میں حاصل ہونے والی رقم کا، بلکہ یہ مال اور اس سے حاصل ہونے والی تمام رقم کا مالک کسان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ جتنی قیمت میں بھی مال بکے، وہ تمام رقم مالک کو دے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔ زیادہ رقم ہونے کی صورت میں وہ خود کچھ نہیں رکھ سکتا، رکھے گا تو یہ رقم اس کے لیے حلال نہ ہوگی اور کم قیمت میں بکا ہے، تو بھی اس پر لازم نہیں کہ اپنی طرف سے ملا کر کسان کو دے، بلکہ جتنے میں بِکا ہے، اتنی رقم کسان کو دے دے۔

اور اگر آڑھتی کسان سے مال خود خرید کر آگے بیچتا ہے، تو کسان کو اتنی قیمت دینے کا پابند ہے جتنے میں اس نے خریدا۔ پھر آگے چاہے نفع میں بیچے یا نقصان میں، یہ اس کی مرضی ہے۔ نفع ہوگا تو اسی کو ہوگا اور نقصان ہوا تو وہ بھی اسے برداشت کرنا ہوگا۔

www.dawateislami.net

دوسرے کا مال ناحق طریقے سے کھانے کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ترجمہ کنز الایمان: "اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔"

(پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت188)

اور امانت میں خیانت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ (پارہ9، سورۃ الانفال، آیت27)

دھوکے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من غش فلیس منی" ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ99، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

اور جھوٹ کے متعلق سنن ابی داؤد میں ہے: "ایاکم والکذب، فان الکذب یھدی الی الفجور، وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا۔۔الخ" جھوٹ سے بچو، بیشک جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے اور بدکاری جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ بیشک انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد2، صفحہ339، مطبوعہ لاہور)

سوال نمبر:29

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ آڑھتی کا زیادہ قیمت میں سامان بیچ کر مالک کو کم قیمت بتانا، ناجائز اور گناہ ہے، تو کیا کوئی ایسی صورت ہے، جس میں آڑھتیوں کو نفع زیادہ ملے اور گناہ بھی نہ ہو؟

www.dawateislami.net

جواب:

جی ہاں! اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آڑھتی کسان کا سامان کمیشن کے طور پر نہ بیچے، بلکہ اس سے وہ سامان خود خرید لے اگرچہ ادھار ہی خریدے، پھر سامان پر قبضہ کرنے کے بعد آگے جتنا پرافٹ رکھ کر بیچنا چاہے، بیچ دے۔

سوال نمبر:30

اگر گورنمنٹ کی طرف سے کسی چیز کا ریٹ مقرر ہو کہ اتنے میں بیچنی ہے، اس سے زیادہ کی نہیں بیچ سکتے، لیکن آڑھتی زیادہ قیمت میں فروخت کرے اور کھاتے میں گورنمنٹ کی مقرر کردہ قیمت ہی لکھے اور پوچھ گچھ کی صورت میں بھی یہی قیمت شو (ظاہر) کرے، تو کیا آڑھتی کا اس طرح کرنا، جائز ہے؟

جواب:

اگر کسی جگہ کسی چیز کا ریٹ گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہو اور خلاف ورزی کی صورت میں پکڑے جانے کا اندیشہ ہو، تو آڑھتی کا وہ چیز اس سے زیادہ قیمت میں فروخت کرنا اور کھاتے میں کم قیمت لکھنا، نیز پوچھ گچھ کی صورت میں یہی کم قیمت شو کرنا، ناجائز اور گناہ ہے۔ اولاً یہ قانوناً جرم ہے اور ایسا کام جو قانوناً ممنوع ہو اور جرم کی حد تک پہنچے، وہ شرعاً بھی ممنوع ہوتا ہے کہ ایسا کرنے پر پکڑے جانے کی صورت میں اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا پایا جائے گا، جو جائز نہیں ہے۔ ثانیاً اصل قیمت کی بجائے غلط قیمت ظاہر کرنا بھی جھوٹ اور دھوکہ ہے، جو حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾

ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت 195)

www.dawateislami.net

مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لا ینبغي للمؤمن ان یذل نفسه وقالوا: وکیف یذل نفسه؟ قال:یتعرض من البلاء لما لا یطیق "ترجمہ: مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، عرض کی گئی کہ مسلمان اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟تو ارشاد فرمایا:ایسی مصیبت سر لے لے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد38، صفحہ435، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو اور جرم کی حد تک پہنچے، شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لیے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ192، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

جھوٹ کے متعلق سنن ابی داؤد میں ہے:"ایاکم والکذب، فان الکذب یهدی الی الفجور، وان الفجور یهدی الی النار وان الرجل لیکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذابا۔۔الخ "جھوٹ سے بچو، بیشک جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے اور بدکاری جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ بیشک انسان جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، جلد2، صفحہ339، مطبوعہ لاھور)

دھوکے کے متعلق صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"من غش فلیس مني "ترجمہ: جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ سے نہیں۔" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد1، صفحہ99، دار احیاء التراث، بیروت)

www.dawateislami.net

سوال نمبر:31

سبزی منڈی میں عموماً گاؤں دیہاتوں سے سبزیاں آتی ہیں اور کئی کسان زمین کو ناپاک اور گندے پانی سے سیر اب کرتے ہیں، تو گندے اور ناپاک پانی سے پیدا ہونے والی سبزیاں کھانا اور ان کی خرید و فروخت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

ناپاک اور گندے پانی سے سیر اب ہونے والی زمین کی سبزیاں کھانا، جائز ہے، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ پس جب کھانا، جائز ہے، تو ان کی خرید و فروخت بھی کر سکتے ہیں۔

فتاوی شامی میں فتاوی ابی سعود کے حوالے سے ہے:" الزروع المسقية بالنجاسات لا تحرم ولا تكره عند أكثر الفقهاء "ترجمہ: جن کھیتیوں کو ناپاک پانی سے سیر اب کیا گیا ہو، وہ اکثر فقہاء کے نزدیک نہ حرام ہیں اور نہ مکروہ۔

(فتاوی شامی، جلد6، صفحہ341، دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:"جس درخت کو ناپاک پانی دیا گیا ہو، اس کا میوہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:"بلا کراہت جائز ہے، یہی مذہب ہے اکثر فقہاء کا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد21، صفحہ609، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نوٹ: کوئی کھیت ناپاک پانی سے سیر اب کیا گیا ہو، تو اس بنیاد پر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کھیت کی آنے والی سبزیاں یا پھل وغیرہ ناپاک ہیں، جیسا کہ اوپر واضح ہوا۔ البتہ کسی سبزی وغیرہ پر واضح طور پر ناپاکی لگی نظر آ رہی ہے، تو اب اس کو پاک کر کے ہی استعمال کرنا ہو گا اور اس میں بھی شک و شبہ کی بنیاد پر کسی چیز کو نجاست قرار نہیں دے سکتے، بلکہ جس کا نجاست ہونا یقینی ہے اسے

www.dawateislami.net

ہی نجاست قرار دیا جائے گا۔

نیز ایک اور بات واضح رہے کہ سبزی یا پھل وغیرہ اتارنے کے بعد اب اسے ناپاک پانی سے دھونا یا اس پر ناپاک پانی چھڑکنا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی بھی چیز کو بلاوجہ ناپاک کر دیا جائے چنانچہ امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن لکھتے ہیں: "بلا ضرورت پاک شے کو ناپاک کرنا ناجائز و گناہ ہے، بحر الرائق بحث ماء مستعمل میں بدائع سے ہے: "تنجیس الطاھر حرام (پاک کو ناپاک کرنا حرام ہے۔)"

(فتاوی رضویہ، جلد1(ب)، صفحہ1073، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال نمبر:32

منڈی میں عام طور پر بولی کے ذریعے اشیاء فروخت کی جاتی ہیں، بولی کے وقت آڑھتیوں نے منڈی میں اپنے ایجنٹ چھوڑے ہوتے ہیں، جن کا مقصد فقط بولی میں ریٹ بڑھانا ہوتا ہے، چیز خریدنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔ بولی کے ذریعے اشیاء بیچنا اور اس وقت ریٹ بڑھانے کے لیے ایجنٹ مقرر کرنا کیسا ہے؟

جواب:

بولی لگا کر چیز بیچنا شرعاً جائز ہے، جبکہ اس میں خلافِ شرع امور کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ آج کل لوگوں نے بولی میں کئی خلاف شرع چیزیں داخل کر دی ہیں، ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ مثلاً: بولی کے وقت اپنا بندہ فقط اس لیے کھڑا کرنا کہ وہ خریدنے کے ارادے کے بغیر ویسے ہی بولی زیادہ لگائے اور اصل خریدار اس کی بولی سن کر مزید قیمت بڑھا دے۔ تو ایسا کرنا، ناجائز اور گناہ ہے، حدیثِ پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے اور اگر ایسی صورت نہ ہو اور اس کے علاوہ بھی کوئی شرعی خرابی نہ ہو، تو بولی لگانا، جائز اور احادیث سے ثابت ہے۔

www.dawateislami.net

بولی لگا کر چیز بیچنے کا ثبوت حدیث پاک سے ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی، سنن نسائی اور مصنف عبد الرزاق میں حدیث مبارک ہے۔ والنظم للاول "عن انس ابن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باع حلسا وقدحا، وقال: من یشتري هذا الحلس والقدح، فقال رجل: اخذتهما بدرهم، فقال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: من یزید علی درهم، من یزید علی درهم؟ فاعطاه رجل درهمین: فباعهما منه" ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حلس (اونٹ کی زین یا کجاوے کے نیچے رکھنے والا کپڑا) اور پیالہ بیچا (یوں کہ) ارشاد فرمایا: کون اس کپڑے اور پیالے کو مجھ سے خریدے گا؟ تو ایک شخص نے عرض کی کہ میں ان دونوں کو ایک درہم کے بدلے میں خریدوں گا، تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدے گا؟ ایک درہم سے زیادہ میں کون خریدے گا؟ ایک شخص نے دو درہم پیش کیے، تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ دونوں چیزیں بیچ دیں۔

(جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی بیع من یزید، جلد1، صفحہ231، مطبوعہ کراچی)

امام ابو الحسن علی بن حسین بن محمد السغدی حنفی بیع کی جائز اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "البیوع الجائزة۔۔۔بیع من یزید ویجوز لکل احد ان یدخل فیه ویزید علی ثمن صاحبه ویاخذه به" ترجمہ: جائز بیوع میں سے بولی والی بیع بھی ہے، ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ اس میں حصہ لے اور اپنے بھائی کے بتائے ہوئے ثمن سے زیادہ ثمن بتا کر چیز خرید لے۔

(النتف فی الفتاوی، جلد1، صفحہ441، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

خریدنے کے ارادے کے بغیر بولی میں قیمت بڑھانے کے متعلق بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ: "نهی النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن

www.dawateislami.net

النجش "ترجمہ: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں نجش سے منع فرمایا۔

(الصحیح البخاری، جلد1، صفحہ287، مطبوعہ کراچی)

اور نجش کی تفصیل بدائع الصنائع میں یوں بیان کی گئی ہے: "النجش: وهو ان يمدح السلعة ويطلبها بثمن ثم لا يشتريه بنفسه ولكن ليسمع غيره فيزيد في ثمنه وانه مكروه لماروي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهى عن النجش ولانه احتيال للاضرار باخيه المسلم "ترجمہ: نجش یہ ہے کہ: سامان کی تعریف کرے اور مخصوص قیمت کے بدلے اس کا مطالبہ کرے، لیکن پھر اسے خود نہ خریدے، بلکہ (قیمت بڑھانے کا مقصد یہ ہو کہ) دوسرا اس کی قیمت سن کر اس سے زیادہ قیمت لگائے، یہ مکروہ ہے، اس لیے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہنچانے کا ایک حیلہ ہے۔ (بدائع الصنائع، جلد4، صفحہ481، مطبوعہ کوئٹہ)

سوال نمبر:33

منڈی کے اندر عام طور پر پیٹیوں، ٹوکریوں اور توڑوں میں پھل اور سبزیاں بیچی جاتی ہیں، کئی دفعہ بیچنے والے خریداروں کو متوجہ کرنے کے لیے اچھے پھل والی پیٹیاں کھول کر سامنے رکھ دیتے ہیں، جبکہ بقیہ پیٹیوں میں اوپر اچھا اور نیچے خراب پھل ڈال دیتے ہیں یا پھر نیچے روٹین سے زیادہ گھاس، پتے یا بھوسہ وغیرہ بھرا ہوتا ہے اور خریدار کھلی ہوئی پیٹیاں دیکھ کر دھوکہ کھا جاتا ہے اور ان سے سامان خرید لیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بیچنے والوں کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں خریدار کو اس طرح دھوکہ دے کر سامان بیچنا سخت ناجائز، حرام اور گناہ ہے۔ احادیث میں اس پر سخت وعیدات بیان کی گئی ہیں۔ بیچی جانے والی چیز میں اگر عیب ہو، تو

www.dawateislami.net

بیچنے والے پر اسے خریدار کے سامنے ظاہر کرنا واجب اور چھپانا حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "من باع عيبا لم يبينه، لم يزل في مقت الله، ولم تزل الملائكة تلعنه" ترجمہ: جس نے عیب دار چیز بیچی اور اس کا عیب ظاہر نہ کیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں رہے گا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔

(سنن ابن ماجہ، جلد2، صفحہ755، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة طعام فادخل يده فيها، فنالت اصابعه بللا فقال ما هذا ياصاحب الطعام؟ قال اصابته السماء يا رسول الله، قال افلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس، من غش فليس مني" ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلہ کی ایک ڈھیری کے پاس سے گزرے، اُس میں اپنا ہاتھ ڈالا، تو انگلیوں میں تری محسوس ہوئی۔ ارشاد فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بارش کا پانی پڑ گیا تھا۔ فرمایا: تو نے بھیگے ہوئے کو اوپر کیوں نہیں کر دیا تا کہ لوگ دیکھ لیتے۔ جو دھوکہ دے وہ مجھ سے نہیں۔ (الصحیح لمسلم، جلد1، صفحہ99، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "مبیع میں عیب ہو، تو اس کا ظاہر کر دینا بائع پر واجب ہے، چھپانا حرام و گناہ کبیرہ ہے، یوہیں ثمن کا عیب مشتری پر ظاہر کر دینا واجب ہے۔" (بہار شریعت، جلد2، صفحہ673، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:34

اگر خریدار نے اس طرح دھوکے میں آکر آڑھتی سے سامان خرید لیا اور سامان خریدنے

www.dawateislami.net

کے بعد اسے معلوم ہوا کہ اس میں روٹین سے زیادہ خراب پھل یا خراب سبزی بھی ہے یا پیٹیوں کے نیچے روٹین سے زیادہ گھاس رکھی ہوئی ہے، تو کیا اسے وہ سامان واپس کرنے کا شرعاً اختیار ہے؟ کیونکہ منڈی میں بعض آڑھتی خراب سامان کسی صورت میں واپس نہیں لیتے، خواہ کتنا ہی خراب کیوں نہ نکلے۔

جواب:

پوچھی گئی صورت میں خریدار وہ سامان آڑھتی کو واپس کر سکتا ہے۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر بیچنے والے نے کسی چیز کو صحیح کہہ کر بیچا، لیکن اس میں عیب نکل آیا یا جیسی کہہ کر بیچی تھی ویسی نہ نکلی اور خریدار کو چیز خریدتے یا اس پر قبضہ کرتے وقت عیب کا پتہ نہ چلا، بلکہ بعد میں معلوم ہوا، تو خریدار کو اختیار ہے، اگر چاہے تو کل قیمت کے بدلے میں وہ چیز رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے، واپس کرنے کی صورت میں بیچنے والے کو وہ چیز واپس لینی پڑے گی، اسے واپس لینے سے منع نہیں کر سکتا۔ شریعت کی اصطلاح میں اس اختیار کو خیارِ عیب سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی شرائط اور مزید احکام کتبِ فقہ میں موجود ہیں۔ بہارِ شریعت، حصہ 11 سے بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب الہدایہ میں ہے: "وإذا اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار، إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء رده، لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة، فعند فوته يتخير كي لا يتضرر بلزوم ما لا يرضى به" ترجمہ: جب خریدار مبیع کے عیب پر مطلع ہوا، تو اسے خیار حاصل ہے، اگر چاہے، تو تمام ثمن کے بدلے میں وہ چیز لے لے اور اگر چاہے، تو اسے واپس کر دے، کیونکہ مطلق عقد سلامتی والے وصف کا تقاضا کرتا ہے، پس جب یہ وصف نہ پایا گیا، تو خریدار کو اختیار ہو گا، تاکہ اس پر ایسی چیز

www.dawateislami.net

لازم کرنے کی وجہ سے اسے ضرر نہ ہو جسے لینے پر وہ راضی نہیں ہے۔

(الھدایہ، جلد3، صفحہ37، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "**اگر بغیر عیب ظاہر کیے چیز بیع کر دی، تو معلوم ہونے کے بعد واپس کر سکتے ہیں، اس کو خیارِ عیب کہتے ہیں**، خیار عیب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وقتِ عقد یہ کہہ دے کہ عیب ہو گا، تو پھیر دینگے، کہا ہو یا نہ کہا ہو، بہر حال عیب معلوم ہونے پر مشتری کو واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا، لہٰذا اگر مشتری کو نہ خریدنے سے پہلے عیب پر اطلاع تھی، نہ وقت خریداری اس کے علم میں یہ بات آئی، بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں عیب ہے، تھوڑا عیب ہو یا زیادہ، خیارِ عیب حاصل ہے کہ مبیع کو لینا چاہے تو پورے دام پر لے لے، واپس کرنا چاہے واپس کر دے، یہ نہیں ہو سکتا کہ واپس نہ کرے، بلکہ دام کم کر دے۔" (بہار شریعت، جلد2، صفحہ673تا674، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں: "پھل یا ترکاری کی ٹوکری خریدی، اس میں نیچے گھاس بھری ہوئی نکلی، واپس کر سکتا ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ681، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:35

کئی دفعہ منڈی سے مال خریدنے والے افراد کو معلوم ہوتا ہے کہ پیٹیوں اور توڑوں کے اوپر اچھا مال ہے اور نیچے خراب یا کچا، اس کے باوجود وہ خریداری کر لیتے ہیں، تو کیا اس صورت میں بھی خریدا ہوا مال واپس کرنے کی شرعاً اجازت ہے؟

جواب:

سامان خریدتے وقت اگر خریدار کو معلوم ہو کہ بیچی جانے والی چیز میں عیب ہے، اِس کے باوجود اُس نے وہ چیز خرید لی، تو اب اسے خریدی ہوئی چیز واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے، کیونکہ واپسی

www.dawateislami.net

کا اختیار اس وقت ملتا ہے، جب خریدار چیز خریدتے اور اس پر قبضہ کرتے وقت عیب پر مطلع نہ ہوا ہو، اگر خریدتے یا اس پر قبضہ کرتے وقت عیب پر مطلع ہو گیا، اس کے باوجود وہ چیز لے لی، تو اس کا خیار ختم ہو جاتا ہے، لہذا پوچھی گئی صورت میں خریدار کو وہ چیز واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔

فتاوی ہندیہ میں خیارِ عیب کی شرائط کے بیان میں ہے:"ومنها جهل المشتري بوجود العيب عند العقد والقبض فإن كان عالما به عند أحدهما فلا خيار له"ترجمہ: اوران (شرائط) میں سے ایک شرط عقد اور قبضہ کے وقت مشتری کو عیب کی موجودگی کا علم نہ ہونا ہے۔ پس اگر عقد یا قبضہ کے وقت اسے عیب کا علم تھا، تو اسے خیار نہیں ہو گا۔

(فتاوی ہندیہ، جلد3، صفحہ67، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"خیارِ عیب کے لیے یہ شرط ہے کہ..... مشتری کو عقد یا قبضہ کے وقت عیب پر اطلاع نہ ہو، عیب دار جان کر لیا یا قبضہ کیا، خیار نہ رہا۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ674، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:36

منڈی میں جب پھل یا سبزی وغیرہ کی بولی لگتی ہے، تو بعض اوقات آڑھتی اس طرح کے الفاظ بھی بول رہے ہوتے ہیں کہ "یہ سونا ہے یا مٹی، اسے دیکھ کر خریدو، خریدنے کے بعد میری ذمہ داری نہیں ہو گی" ایسی بولی سے اگر کسی نے کوئی چیز خرید لی اور بعد میں عیب کا علم ہوا، تو کیا اس صورت میں خریدار کو وہ چیز واپس کرنے کا اختیار حاصل ہو گا؟

جواب:

سامان بیچتے وقت اگر بیچنے والے نے چیز کے ہر عیب سے براءت کا اظہار کر دیا، مثلاً: یوں کہہ دیا کہ میں اس کے ہر عیب سے بری ہوں یا اس جیسے کوئی اور الفاظ بولے جو عیب سے بری

www.dawateislami.net

ہونے پر دلالت کر رہے ہوں اور خریدار نے دیکھنے کے بعد وہ چیز خرید لی اور خریدنے کے بعد عیب پر مطلع ہوا، تو عیب کی وجہ سے اسے وہ چیز واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے، کیونکہ خیارِ عیب کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ چیز بیچتے وقت بیچنے والے نے چیز کے عیوب سے براءت کا اظہار نہ کیا ہو۔ اگر بیچنے والا عیوب سے براءت کا اظہار کر دیتا ہے، تو خریدار اگرچہ اس کے عیوب پر مطلع نہ ہوا ہو، تب بھی اس کا خیار ختم ہو جاتا ہے اور پوچھی گئی صورت میں بھی چونکہ الفاظ ایسے ہیں جو بیچنے والے کے عیوب سے بری ہونے پر دلالت کر رہے ہیں، لہٰذا اس صورت میں بھی خریدار کو عیب کی وجہ سے خریدی ہوئی چیز واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔

البتہ اگر بیچنے والے نے چیز کے عیوب سے تو براءت کا اظہار کر دیا تھا، لیکن خریدار کو وہ چیز دکھائی نہیں تھی، تو اب اگرچہ خیار عیب کی وجہ سے تو واپسی کا اختیار نہیں ملے گا، لیکن خیار رؤیت (اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے) کی وجہ سے واپسی کا اختیار ملے گا، مثلاً: توڑوں میں یا پیٹیوں وغیرہ میں چیز بند تھی اور خریدار کو کھول کر دکھائے بغیر اسی طرح بیچ دی اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس کے کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں، تو چونکہ خریدار نے چیز کو دیکھا نہیں تھا اس لیے جب وہ چیز کو دیکھے گا اس وقت اسے چیز واپس کرنے کا اختیار ملے گا (چاہے وہ چیز عیب دار ہے یا نہیں)۔

فائدہ: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خریدار چیز کو دیکھے بغیر خرید لیتا ہے اور دیکھنے کے بعد وہ چیز اسے ناپسند ہوتی ہے، ایسی حالت میں خریدنے والے کو اختیار ہے کہ وہ چیز دیکھنے کے بعد اسے نہ لینا چاہے، تو نہ لے اور خرید و فروخت کو ختم کر دے، واپس کرنے کی صورت میں بیچنے والے کو وہ چیز واپس لینی پڑے گی، اسے واپس لینے سے منع نہیں کر سکتا۔ شریعت کی اصطلاح میں اس اختیار کو خیارِ رؤیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کے مزید احکام کتبِ فقہ میں موجود ہیں، بہارِ شریعت، حصہ 11 سے بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

www.dawateislami.net

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:" ومن اشترى عبدا وشرط البراءة من كل عيب فليس له أن يرده بعيب، وإن لم يسم له العيوب ولم يعدها) ويدخل في هذه البراءة العيب الموجود والحادث قبل القبض وما يعلم به البائع وما لم يعلم به وما وقف المشتري عليه وما لم يقف "ترجمہ: جس نے غلام خریدا اور بائع نے ہر عیب سے براءت کی شرط لگادی، تو مشتری کو عیب کے سبب وہ غلام واپس کرنے کا اختیار نہیں ہو گا، اگرچہ بائع نے عیوب کو بیان اور شمار نہ کیا ہو اور اس براءت میں موجودہ اور قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والا ہر عیب داخل ہو گا اور وہ بھی جو بائع کو معلوم ہو یا نہ ہو اور جس پر خریدار مطلع ہوا ہو یا نہ ہو۔

(الجوھرۃ النیرۃ، جلد1، صفحہ200، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"کوئی چیز بیع کی اور بائع نے کہدیا کہ میں ہر عیب سے بری ءالذمہ ہوں یہ بیع صحیح ہے اور اس مبیع کے واپس کرنے کا حق باقی نہیں رہتا۔ یوہیں اگر بائع نے کہدیا کہ لینا ہو، تو لو اس میں سو طرح کے عیب ہیں یا یہ مٹی ہے یا اسے خوب دیکھ لو کیسی بھی ہو میں واپس نہیں کروں گا یہ عیب سے براءت ہے۔ جب ہر عیب سے براءت کرلے، تو جو عیب وقت عقد موجود ہے یا عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہوا سب سے براءت ہوگئی۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ688، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خیارِ رؤیت کے متعلق سنن الدار قطنی میں ہے:" من اشترى شيئا لم يره فهو بالخيار إذا رآه إن شاء أخذه وإن شاء تركه "ترجمہ: جس نے کوئی ایسی چیز خریدی جسے اس نے دیکھا نہیں تھا، تو اس چیز کو دیکھنے کے بعد خریدنے والے کو اختیار ہے، اگر چاہے تو اسے لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ (سنن الدار قطنی، جلد3، صفحہ382، مؤسسۃ الرسالہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:" جس مجلس میں بیع

www.dawateislami.net

ہوئی، اُس میں مبیع موجود ہے، مگر مشتری نے دیکھی نہیں، مثلاً: پیپے میں گھی یا تیل تھا یا بوریوں میں غلہ تھا یا گٹھری میں کپڑا تھا اور کھول کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی یا وہاں مبیع موجود نہ ہو، اس وجہ سے نہیں دیکھی، بہر حال دیکھنے کے بعد خریدار کو خیار حاصل ہے، چاہے بیع کو جائز کرے یا فسخ کر دے۔ مبیع کو بائع نے جیسا بتایا تھا ویسی ہی ہے یا اُس کے خلاف دونوں صورتوں میں دیکھنے کے بعد بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ662، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:37

منڈی میں مال فروخت کرنے والے افراد کا بات بات پہ قسم کھانا معمول کی بات ہے، کیا اس طرح بات بات پہ قسم کھانا درست ہے؟

جواب:

بوقتِ ضرورت سچی قسم کھانا شرعاً جائز ہے، مگر جہاں تک ممکن ہو اس میں بھی کمی بہتر ہے اور بات بات پہ قسم کھانا سخت معیوب اور ناپسندیدہ عمل ہے، شریعت میں اس سے بچنے کا حکم ہے اور معاذاللہ جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا سخت ناجائز، حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل مال فروخت کرنے والے افراد کثرت کے ساتھ اس گناہ میں مبتلا ہیں کہ فقط مال فروخت کرنے اور زیادہ دام حاصل کرنے کی غرض سے بات بات پہ جھوٹی قسم کھا کر عذابِ آخرت مول لیتے ہیں، مثلاً خریدار سامان کا کوئی ریٹ بتائے کہ اتنے میں خریدوں گا۔ تو قسم کھا کر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں گاہک اس سے زیادہ بتا رہا تھا، اس کے باوجود میں نے نہیں بیچا، حالانکہ اتنا ریٹ کسی نے بھی نہیں بتایا ہوتا۔ یونہی سامان کے بارے میں یہ کہنا کہ خدا کی قسم! ایسی چیز کہیں سے نہیں ملے گی، حالانکہ وہ چیز عام طور پر بازار سے مل جاتی ہے۔ اسی طرح قسم کھا کر یوں کہنا کہ اس چیز میں فلاں فلاں کوالٹی ہے، حالانکہ حقیقت میں اس چیز کے اندر وہ کوالٹی موجود نہیں ہوتی

www.dawateislami.net

وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر تاجروں کو قسم اٹھانے سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا اور جھوٹی قسم کھانے کے بارے میں سخت وعیدات بیان فرمائیں اور فرمایا کہ جھوٹی قسم کھا کر بیچے گئے مال سے برکت بھی اٹھالی جاتی ہے، لہذا تاجروں کو چاہیے کہ وہ دنیا کی دولت کمانے کی خاطر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم، ولا يزكيهم، ولهم عذاب أليم، قال: فقرأها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث مرات، فقال أبو ذر: خابوا وخسروا، من هم يا رسول الله، قال: المسبل، والمنان، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب "ترجمہ: تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائے گا اور ان کی طرف نظر رحمت بھی نہیں فرمائے گا اور انہیں پاک بھی نہیں فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: وہ لوگ ناکام اور برباد ہو گئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہیں؟ فرمایا: (تکبر کی وجہ سے) اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر سامان بیچنے والا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، صفحہ 330، مطبوعہ ریاض)

مسند احمد بن حنبل میں ہے: "إياكم وكثرة الحلف في البيع، فإنه ينفق، ثم يمحق "خرید و فروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو، کیونکہ زیادہ قسمیں کھانا سامان بِکوا دیتا ہے، (لیکن) پھر برکت مٹا دیتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 37، صفحہ 234، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

www.dawateislami.net

صحیح بخاری میں ہے:" الحلف منفقة للسلعة، ممحقة للبرکة "ترجمہ:(جھوٹی) قسم سامان بِکوانے والی ہے، برکت ختم کر دینے والی ہے۔

(الصحیح البخاری، جلد3، صفحہ60، مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"قسم کھانا، جائز ہے، مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم کھانی نہ چاہئے اور بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنار کھا ہے کہ قصد و بے قصد زبان سے جاری ہوتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی، یہ سخت معیوب ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ298، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

سوال نمبر:38

کئی آڑھتی ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، تو ناپ تول میں کمی کرنے کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

جواب:

سودا لیتے اور دیتے وقت ناپ تول میں کمی کرنا ایک طرح کی چوری اور خیانت ہے، جو ناجائز و حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ قرآن و حدیث میں اس پر سخت وعیدات بیان کی گئی ہیں۔ آج کل بہت سے افراد ناپ تول میں کمی کرنے کو کاروباری مہارت کا نام دے کر اس پر فخر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، گویا یہ ان کے نزدیک گناہ نہیں، بلکہ کاروبار کی ترقی کا ذریعہ ہے، حالانکہ ان کا یہ گمان غلط ہے، کیونکہ ناپ تول میں کمی کرنا قرآن و حدیث کے فیصلے کے مطابق کاروبار میں ترقی کا ذریعہ نہیں، بلکہ رزق میں کمی اور بے برکتی کا سبب ہے۔ بعض افراد نے تو باقاعدہ دو ترازو رکھے ہوتے ہیں اور ان کے تولنے کے معیار میں اپنے طور پر سیٹنگ کی ہوتی ہے، اس طرح

www.dawateislami.net

کہ ان میں سے ایک وزن زیادہ ہونے کے باوجود کم شو (ظاہر) کرتا ہے اور دوسرا کم ہونے کے باوجود زیادہ شو کرتا ہے اور جب سودا خریدتے ہیں، تو اس ترازو کا استعمال کرتے ہیں جو وزن زیادہ ہونے کے باوجود کم شو کرے اور بیچتے وقت اس کا استعمال کرتے ہیں، جو وزن کم ہونے کے باوجود زیادہ شو کرے۔ یوں خریدار کو دھوکہ دے کر وہ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، حالانکہ خاص اس صورت کی حرمت تو قرآن پاک میں بھی بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ ترجمہ: اور ناپو تو پورا ناپو اور برابر ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا۔ (پارہ 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت 35)

اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ یُخْسِرُوْنَ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

ترجمہ: کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ تول کر دیں کم کر دیں، کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لیے جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔

(پارہ 30، سورۃ المطففین، آیت 1 تا 6)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لأصحاب المکیال والمیزان: إنکم قد ولیتم أمرین هلکت فیه أمم سالفة قبلکم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے ارشاد فرمایا: بیشک تمہیں دو

www.dawateislami.net

کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے کہ جس میں (کوتاہی کی وجہ سے) تم سے پچھلی امتیں ہلاک ہوئیں۔

(سننِ ترمذی، جلد3، صفحہ513، مطبوعہ مصر)

مؤطا امام مالک میں ہے:" ولا نقص قوم المكيال، والميزان إلا قطع عنهم الرزق "ترجمہ: کوئی قوم ناپ اور تول میں کمی نہیں کرتی، مگر یہ کہ ان کا رزق کاٹ دیا جاتا ہے۔

(مؤطا امام مالک، جلد3، صفحہ654، مطبوعہ ابوظبی)

(متفرق مسائل)

سوال نمبر:39

بڑے پیمانے پہ کام کرنے والے آڑھتی کسانوں کو مختلف قسم کے تحائف بھی دیتے ہیں، مثلاً: کاشتکاری کے اوزار اور سولر پلیٹیں وغیرہ، تاکہ اس کی بنیاد پہ وہ اپنی پیداوار انہی آڑھتیوں کو بیچتے رہیں۔ کیا اس طرح تحائف کا لین دین جائز ہے؟

جواب:

آڑھتی کا کسان کو اس لیے تحائف دینا کہ وہ اپنی فصل اسی آڑھتی کو بیچتا رہے، یہ ناجائز و حرام اور رشوت میں داخل ہے، کیونکہ اپنا کام بنانے کے لیے جو دیا جائے، وہ رشوت ہے اور یہاں بھی آڑھتی اپنا کام بنانے یعنی اس مقصد کے لیے تحائف دیتا ہے کہ کسان اسے فصل بیچتا رہے، لہذا یہ رشوت ہونے کی وجہ سے سخت ناجائز، حرام اور گناہ ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:"لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي "ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(جامع ترمذی، جلد3، صفحہ615، مطبوعہ مصر)

www.dawateislami.net

بحر الرائق میں رِشوت اور تحفہ میں فرق کے حوالے سے ہے:"أن الفرق بين الهدية والرشوة أن الرشوة مايعطيه بشرط أن يعينه والهدية لا شرط معها" ترجمہ: ہدیہ (تحفہ) اور رشوت میں فرق یہ ہے کہ رشوت وہ مال ہے جو اس شرط کے ساتھ دیا جائے کہ رشوت لینے والا رشوت دینے والے کی (کسی معاملے میں) مدد کرے گا اور ہدیہ وہ مال ہے جس کے ساتھ کوئی شرط نہ ہو۔ (بحر الرائق، جلد6، صفحہ285، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"رشوت لینا مطلقاً حرام ہے، کسی حالت میں جائز نہیں۔ جو پرایا حق دبانے کے لیے دیا جائے رشوت ہے، یونہی جو اپنا کام بنانے کے لیے حاکم کو دیا جائے، رشوت ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، جلد23، صفحہ597، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

مزید ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:"بیع تو اس (اسٹیشن پر سودا بیچنے والے) میں اور خریداروں میں ہوگی، یہ (اسٹیشن پر سودا بیچنے کا ٹھیکہ لینے والا) ریل والوں کو روپیہ صرف اس بات کا دیتا ہے کہ میں ہی بیچوں، دوسرا نہ بیچنے پائے، یہ شرعاً خالص رشوت ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد19، صفحہ559، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

سوال نمبر:40

آڑھتیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ فصل کے موسم میں مختلف چیزیں مثلاً: چاول، گندم وغیرہ خرید کر اپنے پاس اسٹاک کر لیتے ہیں اور جب ان کا ریٹ بڑھ جاتا ہے، تو انہیں فروخت کر دیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:

آڑھتیوں کا گندم چاول اور دیگر اجناس کے موسم میں انہیں خرید کر اپنے پاس اسٹاک کر لینا اور ریٹ بڑھنے پر فروخت کرنا شرعاً جائز ہے، جبکہ اس کی وجہ سے مخلوق تنگی اور ضرر میں

www.dawateislami.net

مبتلا نہ ہو، مثلا: یوں کہ مارکیٹ میں وہ غلہ موجود ہے اور لوگوں کو مل رہا ہے، لہذا اب کوئی غلہ ذخیرہ کرلے تاکہ ریٹ بڑھنے پر بیچے، تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ تجارت ہے اور تجارت نفع وفائدہ حاصل کرنے کے لیے ہی ہوتی ہے اور تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔

البتہ غلے کو اس طرح روکنا جو شرعا احتکار (ذخیرہ اندوزی) کی حد تک پہنچے وہ حرام و گناہ ہے، کیونکہ اس سے لوگ تنگی و ضرر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ صاحبِ بہار شریعت حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "احتکار وہیں کہلائے گا جبکہ اس کا غلہ روکنا وہاں والوں کے لیے مضر ہو یعنی اس کی وجہ سے گرانی ہو جائے یا یہ صورت ہو کہ سارا غلہ اسی کے قبضہ میں ہے، اس کے روکنے سے قحط پڑنے کا اندیشہ ہے، دوسری جگہ غلہ دستیاب نہ ہو گا۔"

(بہارِ شریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ482، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

ایک اور صورت مکروہ ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو خرید کر روک لینے سے لوگوں کو تنگی تو نہیں ہو گی، لیکن اس کی آرزو یہ ہے کہ قحط پڑے تاکہ مجھے نفع بہت زیادہ ملے، تو اس نیت سے روکنا بھی گناہ اور مذموم ہے۔

اللہ عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمہ کنزالایمان: "اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔" (پارہ3، سورۃ البقرۃ، آیت275)

احتکار کے متعلق سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من احتکر علی المسلمین طعامهم، ضربه الله بالجذام والإفلاس" ترجمہ: جس نے مسلمانوں پر ان کا غلہ روکا، تو اللہ اسے کوڑھ کی بیماری اور تنگدستی میں مبتلا فرمائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، جلد2، صفحہ729، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت)

www.dawateislami.net

درمختار میں ہے:"کرہ احتکار قوۃ البشرو البھائم فی بلد یضرباھلہ فان لم یضرلم یکرہ "ترجمہ:انسانوں اور چوپایوں کی خوراک کو ایسے شہر میں ذخیرہ کرنا کہ جہاں شہریوں کو اس کی وجہ سے ضرر پہنچے، یہ مکروہ ہے اور اگر ضرر نہ ہو، تو مکروہ نہیں۔

(درمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد6، صفحہ398، دارالفکر، بیروت)

علامہ ابن عابدین سید امین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اثم بانتظار الغلاء والقحط لنیۃ السوء للمسلمین "ترجمہ:مہنگائی اور قحط سالی کے انتظار میں غلہ روک کر رکھنے والا گنہگار ہو گا کہ اس میں مسلمانوں کے لیے بدخواہی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، جلد6، صفحہ399، دارالفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"حرام یہ ہے کہ بستی میں آنے والا غلہ خود خرید لے اور بند رکھے کہ جتنا مہنگا چاہے بیچے جس سے بستی پر تنگی ہو جائے اور مکروہ یہ ہے کہ اس کے خریدنے سے بستی پر تنگی تو نہ ہو، مگر اسے آرزو ہو کہ قحط پڑے کہ مجھے نفع بہت ملے اور جب ان دونوں باتوں سے پاک ہے، جیسا صورت سوال میں ہے، تو اصلاً کراہت بھی نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد17، صفحہ192، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اور صدرالشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:"اِحتِکار یعنی غلّہ روکنا منع ہے اور سخت گناہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ گرانی کے زمانہ میں غلّہ خرید لے اور اُسے بیع نہ کرے، بلکہ روک رکھے کہ لوگ جب خوب پریشان ہوں گے، تو خوب گراں کر کے بیع کروں گا اور اگر یہ صورت نہ ہو، بلکہ فصل میں غلّہ خریدتا ہے اور رکھ چھوڑتا ہے، کچھ دنوں کے بعد جب گراں ہو جاتا ہے، بیچتا ہے، یہ نہ احتکار ہے، نہ اس کی ممانعت۔ غلّہ کے علاوہ دوسری چیزوں میں اِحتِکار نہیں۔" (بہارِ شریعت، جلد2، صفحہ725، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

www.dawateislami.net

مزید ایک جگہ آپ سے سوال ہوا:"ایک شخص فصل کے موسم میں گندم وغیرہ خرید لیتا ہے اور بعد میں مہنگا ہونے پر بیچتا ہے، اس کے بارے کیا حکم ہے؟ جواباً فرمایا:"جائز ہے کہ تجارت نفع وفائدہ حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔۔ہاں احتکار ناجائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس جگہ کی آمد کا غلہ جو اپنی مِلک نہ ہو خرید کر ایسا کر رکھے کہ اس کے روکنے سے خلق پر تنگی ہو جائے اور **یہ صورت غلہ بھر کر رکھنے والوں میں عموماً نہیں پائی جاتی۔**"

(فتاوی امجدیہ، جلد3، صفحہ151، مکتبہ رضویہ، کراچی)

سوال نمبر:41

منڈی میں آڑھتیوں کو اپنی دوکان کے باہر کچھ جگہ تو اپنے تصرف اور استعمال میں لانے کی اجازت ہوتی ہے، لیکن آڑھتیوں نے اس سے ہٹ کر اپنی دوکان کے باہر کچھ جگہ مخصوص کی ہوتی ہے، وہاں بیٹھ کر جو بھی شخص سامان بیچتا ہے، تو آڑھتی اس سے روزانہ کی بنیاد پہ کرایہ وصول کرتے ہیں اور یہ طریقہ منڈی میں بہت عام ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ جگہ گورنمنٹ کی مِلک ہوتی ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے آڑھتیوں کو اس طرح کرنے کی اجازت بھی نہیں ہوتی۔ تو آڑھتیوں کا اس طرح وہاں سرکاری جگہ پر بیٹھ کر سامان بیچنے والوں سے رقم وصول کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب:

پوچھی گئی صورت میں آڑھتیوں کا دوکان کے باہر سرکاری جگہ پہ بیٹھ کر سامان بیچنے والے افراد سے اس جگہ کا کرایہ وصول کرنا، جائز نہیں ہے۔ ناجائز ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کو کرائے پہ دینے کے لیے ضروری ہے کہ کرائے پہ دینے والا اس چیز کا مالک ہو یا اسے کرائے پہ دینے کا شرعاً اختیار حاصل ہو، ورنہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی چیز کرائے پر نہیں دی جا سکتی اور یہاں آڑھتی نہ اس جگہ کا مالک ہوتا ہے اور نہ ہی اسے کرائے پہ دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے،

www.dawateislami.net

بلکہ ایسا کرنے کی ممانعت ہے، لہذا اس جگہ کو کرایہ پہ دینا اور کرایہ وصول کرنا، جائز نہیں۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ قانوناً جرم ہے اور ایسا کام جو قانوناً ممنوع ہو اور جرم کی حد تک پہنچے وہ شرعاً بھی ممنوع ہوتا ہے کہ پکڑے جانے کی صورت میں اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرنا پایا جائے گا، جو جائز نہیں ہے۔

کسی قانونی جرم کا ارتکاب شرعاً بھی ممنوع ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

(پارہ2، سورۃ البقرہ، آیت 195)

مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لا ینبغي للمؤمن ان یذل نفسه وقالوا: وکیف یذل نفسه؟ قال: یتعرض من البلاء لما لا یطیق "ترجمہ مسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، عرض کی گئی کہ مسلمان اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ تو ارشاد فرمایا: ایسی مصیبت سر لے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد38، صفحہ435، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو اور جرم کی حد تک پہنچے، شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لیے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، جلد20، صفحہ192، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اجارے کی شرائط کے بارے میں بدائع الصنائع میں ہے: "ومنها الملک والولایة فلا تنفذ اجارة الفضولی لعدم الملک والولایة "ترجمہ: ان میں سے ایک شرط ملک اور ولایت

www.dawateislami.net

ہے(یعنی کرائے پہ دینے والا اس چیز کا مالک ہو یا اسے کرائے پہ دینے کا اختیار ہو)پس ملک اور ولایت نہ ہونے کی وجہ سے فضولی کا اجارہ نافذ نہیں ہو گا۔

(بدائع الصنائع، جلد4، صفحہ176تا177، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اور غیر کی ملک میں تصرف کرنے کے بارے میں مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ہے:" لا یجوز لأحد أن یتصرف في ملک الغیر بلا إذنه "ترجمہ: کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے۔

(مجلۃ الاحکام العدلیہ، صفحہ27، مطبوعہ کراچی)

سوال نمبر:42

بعض اوقات کسان آڑھتی کے پاس کوئی چیز بیچنے کے لیے رکھ کر جاتا ہے، تو آڑھتی وہ چیز تبدیل کر لیتا ہے یا اس میں سے کچھ نکال لیتا ہے، آڑھتی کا اس طرح کرنا کیسا ہے؟

جواب:

آڑھتی کے لیے کسان کا مال تبدیل کر دینا یا اس میں سے کوئی چیز نکال لینا سخت ناجائز، حرام اور گناہ ہے، کیونکہ آڑھتی کے پاس موجود کسان کے مال کی حیثیت امانت کی ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر اسے تبدیل کر دینا یا اس میں سے کوئی چیز نکال لینا امانت میں خیانت کرنا ہے اور امانت میں خیانت کی حرمت قرآن وحدیث میں واضح طور پر موجود ہے۔

امانت میں خیانت جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

(پارہ9، سورۃ الانفال، آیت27)

www.dawateislami.net

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"آیۃ المنافق ثلاث :اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان"ترجمہ: منافق کی تین نشانیاں ہیں:جب بات کرے تو جھوٹ بولے،وعدہ کرے تو اسے توڑ دے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے،تو اس میں خیانت کرے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان،باب علامۃ المنافق،جلد1،صفحہ10،مطبوعہ کراچی)

سوال نمبر:43

اگر آڑھتی کے پاس سے کسان کا مال چوری ہو گیا،تو کیا کسان اس سے تاوان لے سکتا ہے؟

جواب:

اگر آڑھتی کے پاس سے کسان کا مال چوری ہو گیا،تو تاوان کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر تو وہ آڑھتی نیک،صالح و دیانتدار ہے،تو اس پر کچھ بھی تاوان لازم نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ خائن، دغاباز،بد دیانت قسم کا ہے،تو اس پر پورا تاوان لازم ہو گا اور اگر وہ مستور الحال ہے یعنی ان دونوں باتوں (دیانتدار یا بد دیانت) میں سے کچھ بھی واضح نہیں،تو آدھا تاوان یعنی نصف قیمت پر صلح کرنے کا حکم ہو گا۔

آڑھتی کے متعلق یہ تفصیل اس لیے ہے کہ آڑھتی یا دلال/بروکر بھی اجیر مشترک[4] ہی

---

[4] اجیر (ملازم) دو قسم کے ہیں: اجیر مشترک و اجیر خاص۔ اجیر مشترک ایسا شخص ہے جس کے لیے کسی خاص وقت میں ایک ہی شخص کا کام کرنا ضروری نہ ہو،بلکہ اس وقت میں وہ دوسرے کا بھی کام کر سکتا ہو، جیسے: دھوبی اور درزی وغیرہ۔ یہ کسی ایک شخص کے کام کرنے کے پابند نہیں ہوتے۔ ان سے کام کا معاہدہ کیا جاتا ہے،وقت کا نہیں۔لہذا جب یہ کام کریں گے تو ان کو اجرت

www.dawateislami.net

ہوتا ہے، لہذا اس پر تاوان لازم ہونے کی وہی تفصیل ہوگی جو اجیر مشترک پر تاوان کے لازم ہونے کے متعلق فقہائے کرام نے بیان کی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) اگر چیز اجیر مشترک کے فعل سے ضائع ہو جائے، مثلاً: اسے کوئی چیز ٹھیک کرنے کے لیے دی اور وہ ٹھیک کرتے ہوئے خراب یا ضائع ہو گئی یا کپڑا دھونے کے لیے دیا اور وہ دھوتے ہوئے پھٹ گیا، تو یہاں اگرچہ اجیر مشترک کی طرف سے تعدی یا کوتاہی نہ پائی گئی، تب بھی اس پر تاوان لازم ہو گا، کیونکہ یہ چیز اس کے فعل سے ضائع ہوئی ہے۔

(۲) اور اگر اس کے فعل کے بغیر چیز اس طور پر ضائع ہوئی کہ اس سے بچنا ممکن نہ تھا، تو اس صورت میں تاوان لازم نہیں۔

(۳) اور اگر اس کے فعل کے بغیر چیز ہلاک ہوئی، مگر یوں کہ اس کو ہلاکت سے بچانا، ممکن تھا جیسے چوری ہو گئی وغیرہ۔ تو خاص اس صورت میں ائمہ و فقہائے احناف کا اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر تاوان لازم نہیں ہو گا، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تاوان لازم ہو گا اور بعض متاخرین نے فتوی دیا کہ نصف قیمت پر صلح کا حکم دیا جائے گا۔ ان مختلف اقوال اور فسادِ زمانہ کے پیشِ نظر جمہور متاخرین نے جو قول اختیار کیا وہ یہ ہے کہ **اگر اجیر (ملازم) صالح و دیانتدار قسم کا ہے، تو اس پر کچھ بھی تاوان لازم نہیں کیا جائے گا اور اگر خائن یا دغاباز ہے، تو مکمل تاوان لازم ہے اور مستور الحال، یعنی دونوں میں سے کچھ واضح نہیں، تو نصف قیمت پر صلح**

مل جائے گی، نہیں کریں گے، تو نہیں ملے گی۔

اور اجیر خاص ایک ہی شخص کا پابند ہوتا ہے اور اس سے وقت کا معاہدہ کیا جاتا ہے اور وہ اس مخصوص وقت میں صرف ایک ہی شخص کا کام کر سکتا ہے۔

www.dawateislami.net

کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

دلال / بروکر کے بارے میں مجمع الضمانات میں ہے:" اخذ الدلال الثمن ليسلمه الى صاحبه او كان يمسكه فيظفر بصاحبه فيسلمه فضاع منه يصالح بينهما الى النصف"

ترجمہ: دلال نے ثمن وصول کیا تا کہ اسے مالک کے سپرد کر دے یا ثمن اپنے پاس روکے رکھے کہ اس کے مالک سے ملاقات ہو گی، تو اس کے حوالے کر دے گا، پس اس سے وہ ثمن ضائع ہو گیا، تو ان دونوں کے درمیان نصف پر صلح کروائی جائے گی۔

(مجمع الضمانات، صفحہ 52، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی، بیروت)

اور اجیر مشترک پر تاوان کے حوالے سے فتاوی شامی میں ہے:"اعلم ان الهلاک اما بفعل الاجير او لا، والاول اما بالتعدى او لا، والثاني اما ان يمكن الاحتراز عنه او لا، ففي الاول بقسميه يضمن اتفاقا، وفي ثاني الثاني لا يضمن اتفاقا، وفي اوله لا يضمن عند الامام مطلقا ويضمن عندهما مطلقاوافتى المتاخرون بالصلح على نصف القيمة مطلقا، وقيل ان مصلحا لا يضمن وان غير مصلح ضمن، وان مستورا فالصلح "ترجمہ: تو جان لے کہ شے کا ہلاک ہونا یا تو اجیر کے فعل سے ہو گا یا نہیں اور پہلی صورت میں تعدی ہو گی یا نہیں اور دوسری صورت میں اس سے بچنا ممکن ہو گا یا نہیں، تو پہلی صورت کی دونوں قسموں میں بالاتفاق تاوان ہو گا اور دوسری کی دوسری شق میں بالاتفاق تاوان نہیں ہو گا اور دوسری صورت کی پہلی شق میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک مطلقا تاوان نہیں اور صاحبین علیہما الرحمۃ کے نزدیک مطلقا تاوان ہے اور متاخرین نے مطلقاً نصف قیمت پر صلح کرنے کا فتوی دیا ہے اور ایک قول یہ کیا گیا کہ اجیر اگر دیانتدار ہے، تو تاوان نہیں ہو گا اور دیانتدار نہیں،

www.dawateislami.net

تو تاوان ہو گا اور مستور الحال ہے، تو نصف پر صلح ہو گی۔

(فتاوی شامی، جلد6، صفحہ65، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کی تفصیل فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 418 اور صفحہ 573 پر بیان فرمائی ہے۔ دوسرے مقام کی ایک عبارت یہ ہے: ”جمہور ائمہ متاخرین نے ائمہ مذہب و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلافات دیکھ کر وہ قولِ فیصل اختیار فرمایا کہ اجیر اگر صلحائے متقین سے ہے، تو قولِ امام مختار، یا اس کے خلاف ہے، تو قولِ صاحبین و ایجابِ ضمان اور مستور الحال ہے، تو دونوں قول کے لحاظ سے نصف ضمان واجب، نصف ساقط اور شک نہیں کہ یہ قول جامع الاقوال و مراعی احوال و ارفق بالناس و احفظ للاموال ہے کہ تغیر حالاتِ زمانہ اس پر حامل ہو اور اس میں ارفق و احتیاط دونوں پہلو کا لحاظ رہا۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر امام یہ زمانہ پاتے، یونہی حکم فرماتے۔“ (فتاوی رضویہ، جلد19، صفحہ573، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سوال نمبر:44

آڑھتی اپنا کاروبار بڑھانے کے لیے لوگوں سے کاروبار کے نام پہ رقم وصول کرتے ہیں اور وہ رقم مختلف کسانوں کو قرض کے طور پر دے دیتے ہیں، پھر جب آڑھتی حضرات کو کسانوں کا مال فروخت کرنے کی وجہ سے نفع ہوتا ہے، تو اس میں سے کچھ نہ کچھ نفع رقم دینے والوں کو بھی دیتے رہتے ہیں، پھر مخصوص عرصے کے بعد ان کی اصل رقم (جتنی ان سے لی ہوتی ہے، وہ) بھی لوٹا دیتے ہیں، کیونکہ یہ پہلے سے طے ہوتا ہے کہ اصل رقم ضرور لوٹائی جائے گی، چاہے آگے سے آڑھتی کو نفع ہو یا نقصان۔ آڑھتیوں کا اس طرح کاروبار کے نام پہ رقم وصول کر کے اس پر طے شدہ پرافٹ دینا جائز ہے؟

www.dawateislami.net

جواب:

آڑھتی حضرات کالوگوں سے اس طرح کاروبار کے نام پہ رقم وصول کر کے اس پر طے شدہ پرافٹ دینااور رقم دینے والوں کااسے لیناحرام اور گناہ ہے، کیونکہ لوگوں سے لی جانے والی رقم کی شرعی حیثیت قرض کی ہے اور قرض پر طے شدہ نفع کالین دین حدیث کے حکم کے مطابق سود ہے اور سود کالین دین حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

یہ رقم قرض اس لیے ہے کہ آڑھتی اور رقم دینے والے افراد کے مابین ہونے والے معاہدے میں یہ طے ہوتا ہے کہ جتنی رقم دی جارہی ہے آڑھتی اسے کسی بھی طرح استعمال کرے گااور کم از کم اتنی رقم ہر صورت میں واپس کرے گا، چاہے آڑھتی کو نفع ہو یانقصان اور قرض کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی کو چیز اس لیے دینا کہ وہ استعمال کرے اور اس کی مثل بعد میں لوٹادے ،جبکہ شرکت (پارٹنر شپ)ومضاربت (شرکت ومضاربت کی مکمل وضاحت آگے آرہی ہے۔) وغیرہ میں کاروبار کے طور پر رقم دینے کی جو جائز صورت ہوتی ہے اس میں شرعی طور پر بیان کردہ طریقہ کار کے مطابق رقم، نفع ونقصان کی بنیاد پر دی جاتی ہے یعنی کاروبار ختم کرنے کی صورت میں ضروری نہیں ہوتا کہ اتنی ہی رقم واپس ملے، بلکہ کاروبار بڑھنے یااس میں نقصان ہونے کی وجہ سے اصل سرمایہ بھی کم زیادہ ہوسکتا ہے۔لہذا یہاں سوال میں جو صورت بیان ہوئی وہ شرعی کاروبار کی نہیں، بلکہ رقم قرض دے کر اس پر منافع حاصل کرنے کی صورت ہے، جو سود ہے۔

نیز یہاں ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ آڑھتی حضرات بھی اس رقم سے آگے کاروبار نہیں کررہے ہوتے، بلکہ وہ آگے سے رقم کسانوں کو محض قرض کے طور پر دیتے ہیں اور لوگوں کو فقط قرض دیناشرعاً کوئی تجارت نہیں ہے، بلکہ یہاں بھی اگر انہوں نے قرض دے کر اس پر کسی قسم کے نفع کی شرط رکھی، تو یہ بھی سودی قرض ہو جائے گا۔ بہر حال اگر آڑھتی حضرات آگے سے

www.dawateislami.net

کوئی جائز کاروبار کریں، تب بھی یہ کاروبار فقط آڑھتی کا کہلائے گا اور اس سے حاصل ہونے والا نفع بھی تنہا اسی کا ہو گا۔ جن لوگوں نے آڑھتی کو سوال میں بیان کردہ شرائط کے مطابق رقم دی، ان کا منافع لینا جائز نہیں ہو گا۔

قرض کی تعریف کے بارے میں تنویر الابصار میں ہے: "عقد مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لاخر لیرد مثلہ" ترجمہ: مخصوص عقد جو دوسرے کو مثلی مال دینے پر وارد ہو، تاکہ وہ (بعد میں) اس کی مثل واپس کرے۔

(تنویر الابصار مع درمختار، جلد5، صفحہ161، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

قرض پر نفع کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کل قرض جر منفعۃ فھو ربا" ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع کھینچے، تو وہ سود ہے۔

(کنز العمال، جلد16، صفحہ238، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

اور سود کی حرمت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰواؕ﴾ ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے، مگر اس شخص کے کھڑے ہونے کی طرح جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو، یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا: خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ (پارہ3، سورۃ البقرہ، آیت 275)

حدیثِ مبارک میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکل الربو و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ و قال: ھم سواء" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی کتابت کرنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور

www.dawateislami.net

فرمایا: یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔ (الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ27، مطبوعہ کراچی)

اصولِ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ جس کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے (سوائے استثنائی صورتوں کے)۔ چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے: "ما حرم اخذہ، حرم اعطاؤہ، کالربا" ترجمہ: جس کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے، جیسے سود۔

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ عشرۃ، صفحہ155، مطبوعہ کراچی)

کاروبار میں نفع و نقصان کی بنیاد پہ رقم انویسٹ کی جائے تو اصل سرمایہ میں بھی نقصان برداشت کرنا ہوتا ہے، چنانچہ الاختیار میں ہے: "وما ھلک من مال المضاربۃ فمن الربح، فإن زاد فمن رأس المال" ترجمہ: اور مالِ مضاربت میں سے جو ہلاک ہو، اسے نفع سے پورا کیا جائے گا، پس اگر ہلاک ہونے والا مال (نفع کی مقدار سے) زیادہ ہو، تو راس المال سے بھی پورا کیا جائے گا۔ (الاختیار لتعلیل المختار، جلد3، صفحہ24، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سوال نمبر:45

اگر آڑھتی کا لوگوں سے اس طرح کاروبار کے نام پہ رقم لے کر اس پر نفع کا لین دین جائز نہیں، تو اس کے جواز کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

جواب:

اس کے جواز کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آڑھتی لوگوں سے رقم لیتے ہوئے قرض کی صورت میں نہ لے، بلکہ بطورِ مضاربت یا بطورِ شرکت رقم وصول کرے اور پھر یہ رقم کسانوں کو قرض نہ دے، بلکہ مضاربت و شرکت کے شرعی اصولوں کے مطابق کاروبار کرے۔ پھر ان کو جو منافع ملے وہ طے شدہ تناسب سے آپس میں تقسیم کر لیں۔

مضاربت، تجارت کی ایک قسم ہے۔ اس میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور دوسری

www.dawateislami.net

جانب سے کام۔یعنی ایک شخص نقدی کی صورت میں سرمایہ دوسرے شخص کو دیتا ہے تاکہ دوسرا شخص اس سرمائے سے کاروبار کرے یوں کہ چیزیں خرید کر بیچے اور حاصل ہونے والے نفع کا تناسب آپس میں طے ہو جاتا ہے کہ اتنے فیصد سرمایہ لگانے والا نفع لے گا اور اتنے فیصد کام کرنے والا لے گا۔ اس میں ضروری ہوتا ہے کہ نفع فیصد کے حساب سے ہی طے کیا جائے اور اس کاروبار میں اگر قدرتی طور پر نقصان ہوا (یعنی کام کرنے والے کی طرف سے کوتاہی نہیں تھی) تو جس نے سرمایہ لگایا اس کو اپنے اصل سرمائے میں بھی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے، ہاں کام کرنے والے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کی محنت ضائع جاتی ہے یعنی اس کو محنت کا عوض کچھ بھی نہیں ملتا۔

اور شرکت (پارٹنرشپ) بھی تجارت کی ایک قسم ہے، اس میں فریقین کی جانب سے مال ہوتا ہے اور کام یعنی خرید و فروخت کا کاروبار چاہے تو دونوں مل کر کریں یا ان میں سے کوئی ایک کرے۔ اس میں بھی نفع آپس میں فیصد کے حساب سے طے کیا جاتا ہے اور جو فریق کام نہیں کرتا وہ نفع زیادہ سے زیادہ اتنا ہی لے سکتا ہے، جتنے فیصد اس نے سرمایہ شامل کیا ہے اور جو فریق کام کرتا ہے وہ اپنے سرمائے سے زیادہ بھی نفع لے سکتا ہے۔ ہاں! نقصان ہونے کی صورت میں دونوں کو اپنے اپنے اصل سرمائے کے تناسب سے ہی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

نوٹ: اوپر شرکت اور مضاربت کے کاروبار کا اجمالی خاکہ بیان کیا گیا ہے، ان کی مزید شرائط بھی ہیں، اگر وہ نہ پائی جائیں تو شرکت و مضاربت فاسد ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے عاقدین یعنی شرکت و مضارت کا معاہدہ / ایگریمنٹ کرنے والے گنہگار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر ان کے مطابق کاروبار کرنا ہو، تو پہلے صحیح العقیدہ معتمد مفتیانِ کرام سے ضرور رہنمائی حاصل کی جائے۔ شرکت کے تفصیلی مسائل بہارِ شریعت، جلد 2، حصہ 10 اور مضاربت کے مسائل بہارِ شریعت، جلد 3، حصہ 14 میں موجود ہیں، وہاں سے بھی مطالعہ کیے جاسکتے ہیں۔

www.dawateislami.net

سوال نمبر:46

کئی ادارے کسانوں کو سودی قرض فراہم کرتے ہیں، کیاان اداروں سے قرض لے کر کھیتی باڑی کرنا، جائز ہے؟

جواب:

کھیتی باڑی کے لیے اضافی رقم دینے کی شرط پر کسی بھی شخص یا ادارے سے قرض لینا سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام اور گناہ ہے، جس طرح سود لینا حرام ہے، یونہی دینا بھی حرام اور گناہ ہے، حدیثِ پاک میں ان دونوں کو گناہ میں برابر کا شریک ٹھہرایا گیا ہے۔

سود کی حرمت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰواؕ﴾ ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے، مگر اس شخص کے کھڑے ہونے کی طرح، جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو، یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا: خرید وفروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ (پارہ3، سورۃ البقرہ، آیت 275)

حدیثِ مبارک میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکل الربو و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ و قال: ھم سواء" ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی کتابت کرنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔ (الصحیح لمسلم، جلد2، صفحہ 27، مطبوعہ کراچی)

اصولِ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ جس کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے (سوائے استثنائی صورتوں کے)۔ چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے: "ما حرم اخذہ، حرم اعطاؤہ،

www.dawateislami.net

کالربا" ترجمہ: جس کا لینا حرام ہے، اس کا دینا بھی حرام ہے، جیسے سود۔

(الاشباہ والنظائر، الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ عشرۃ، صفحہ 155، مطبوعہ کراچی)

(ماشا خور اور پھڑیوں کے کاروبار کی تفصیل اور احکام)

منڈی میں ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے، جو آڑھتی سے مال خرید کر آگے بیچتا ہے، جنہیں ماشا خور اور پھڑیا کہا جاتا ہے۔ ان کے کاروبار کی تفصیل اور حکم درج ذیل ہے:

سوال نمبر:47

ماشا خور اور پھڑیے آڑھتیوں سے مال خرید کر اپنے اڈے پہ لے جاتے ہیں، پھر اس پر کچھ نفع رکھ کر آگے بیچتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

جواب:

یہ طریقہ شرعاً درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ تجارت ہے اور تجارت نفع کے لیے ہی ہوتی ہے۔

اللہ عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمہ کنزالایمان: "اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔" (پارہ 3، سورۃ البقرۃ، آیت 275)

سوال نمبر:48

ان کے پاس مال کم ہو اور گاہک زیادہ خریدنا چاہے، تو کبھی حاجت کے مطابق فوراً آڑھتی سے مزید مال خریدتے ہیں اور اپنے پاس منگوا کر پرافٹ (نفع) کے ساتھ بیچ دیتے ہیں، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:

اگر ماشا خور سامان منگوا کر یعنی سامان خرید کر اس پر قبضہ کرنے کے بعد آگے بیچتا ہے، تو یہ

www.dawateislami.net

بھی شرعاً درست ہے "لعدم المنع الشرعی "کیونکہ اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔

سوال نمبر:49

کبھی فون پر کال کے ذریعے پہلے آڑھتی سے خرید وفروخت کرتے ہیں اور مال منگوائے بغیر وہ مال گاہک کو فروخت کر دیتے ہیں، پھر گاہک کو آڑھتی کے پاس بھیجتے ہیں اور وہ وہاں جا کر اپنا سامان اٹھالیتا ہے، کیا اس طرح مال منگوائے بغیر آگے بیچنا درست ہے؟

جواب:

اس صورت میں اگر ماشا خور آڑھتی سے مال خرید کر اس پر قبضہ کیے بغیر آگے بیچ دیتے ہیں، تو یہ جائز نہیں، کیونکہ منقولی (قابلِ نقل) اشیاء پر قبضہ کیے بغیر انہیں آگے بیچنا ناجائز اور گناہ ہے۔ احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، البتہ اگر ماشا خور مال خریدنے کے بعد خود یا اپنے وکیل یا نمائندے کے ذریعے اس مال پر قبضہ کرنے کے بعد آگے بیچیں، تو یہ جائز ہے، جیسا کہ پہلی اور دوسری صورت میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من ابتاع طعاما فلا یبعه حتی یقبضه، قال ابن عباس: واحسب کل شیء بمنزلة الطعام "ترجمہ: جو شخص غلہ خریدے، تو وہ اس پر قبضہ کرنے سے پہلے آگے نہ بیچے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں سمجھتا ہوں کہ تمام اشیاء غلہ کی طرح ہی ہیں۔ (یعنی باقی تمام چیزوں کا بھی یہی حکم ہے۔)

(الصحیح لمسلم، جلد3، صفحہ1160، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

بدائع الصنائع میں بیع کی صحت کی شرائط بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ومنها القبض فی بیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض، لما روی ان النبی صلی اللہ علیه وسلم نهی عن بیع ما لم یقبض، والنهی یوجب فساد المنهی "ترجمہ: ان (شرائط)

www.dawateislami.net

میں سے ایک شرط قابلِ نقل خریدی گئی چیز کو آگے بیچنے کے لیے اس پر قبضہ کرنا بھی ہے، لہٰذا قبضے سے پہلے اس کو آگے بیچنا درست نہیں، کیونکہ روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضے سے پہلے چیز بیچنے سے منع فرمایا ہے اور کسی چیز سے روکنا منہی عنہ (جس سے روکا گیا ہے اس) کے فساد کو ثابت کرتا ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب البیوع، جلد5، صفحہ180، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سوال نمبر:50

ماشاخور کبھی آڑھتی سے مال خریدے بغیر گاہک کو بیچ دیتے ہیں اور گاہک سے قیمت وصول کرنے کے بعد اسے آڑھتی کے پاس بھیجتے ہیں اور وہ وہاں جا کر اپنا سامان اٹھالیتا ہے۔ اس طرح سامان خریدے بغیر آگے بیچنا کیسا ہے؟

جواب:

ماشاخور کا سامان خریدے بغیر آگے بیچ دینا، جائز نہیں ہے، کیونکہ بیع درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بیچنے والا بیچی جانے والی چیز کا مالک ہو، ورنہ خرید و فروخت ناجائز اور باطل ہو گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد شریف میں ہے: "لاتبع مالیس عندک" ترجمہ: جو چیز تیرے پاس نہیں، تو اسے مت بیچ۔

(سنن ابی داؤد، جلد3، صفحہ283، مطبوعہ المکتبۃ العصریہ)

فتاوی شامی میں خرید و فروخت کی شرائط کے بیان میں ہے: "کونہ موجودا، مالا متقوما، مملوکا فی نفسہ و کون الملک للبائع فیما یبیعہ لنفسہ" ترجمہ: بیچی جانے والی چیز کا موجود ہونا، مالِ متقوم ہونا، فی نفسہ مملوک ہونا اور جس کو بائع اپنے لیے بیچ رہا ہے، وہ اس کی مِلک میں ہونا ضروری ہے۔ (فتاوی شامی، جلد4، صفحہ505، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

www.dawateislami.net

سوال نمبر:51

بعض اوقات ماشاخور آڑھتی سے مال خود نہیں خریدتے، بلکہ فقط خریدار کو اس کے پاس بھیج دیتے ہیں اور آڑھتی خود اپنے مال کی گاہک سے خرید و فروخت کرتا ہے، لیکن یہ لوگ گاہک بھیجنے کے سبب آڑھتی سے کمیشن لیتے ہیں۔ ان کا فقط گاہک بھیجنے پر کمیشن لینا کیسا ہے؟

جواب:

اس صورت میں ماشاخور آڑھتی کے پاس فقط گاہک بھیجنے کا کمیشن نہیں لے سکتا، کیونکہ بیٹھے بٹھائے محض کسی کو مشورہ دے دینا یا کسی کی طرف ریفر کر دینا (بھیجنا) ایسا عمل نہیں، جس پر اجرت لی جائے۔ البتہ اگر ماشاخور آڑھتی کا سامان بِکوانے کے لیے بھاگ دوڑ اور محنت و کوشش کرے اور اس میں اپنا وقت صرف کرے، مثلاً: گاہک کے ساتھ خود چل کر آڑھتی تک جائے اور ان کا سودا کروادے، تو اجرتِ مثل (یعنی عرف میں اس کام کی جتنی اجرت بنتی ہو، اتنی) لے سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "اگر کارندہ نے اس بارہ میں جو محنت و کوشش کی وہ اپنے آقا کی طرف سے تھی بائع کے لیے کوئی دوادوش نہ کی، اگرچہ بعض زبانی باتیں اس کی طرف سے بھی کی ہوں، مثلاً: آقا کو مشورہ دیا کہ یہ چیز اچھی ہے خرید لینی چاہئے یا اس میں آپ کا نقصان نہیں اور مجھے اتنے روپے مل جائیں گے، اس نے خرید لی جب تو یہ شخص عمرو بائع سے کسی اُجرت کا مستحق نہیں کہ اجرت آنے جانے محنت کرنے کی ہوتی ہے، نہ بیٹھے بیٹھے، دو چار باتیں کہنے، صلاح بتانے مشورہ دینے کی۔

ردالمحتار میں بزازیہ وولوالجیہ سے ہے: "الدلالة والاشارة ليست بعمل يستحق به الاجر، وان قال لرجل بعينه ان دللتني على كذا فلك كذا، ان مشى له فدله فله اجر المثل للمشى لاجله، لان ذلك عمل يستحق بعقد الاجارة" ترجمہ: محض بتانا اور اشارہ

www.dawateislami.net

کرنا ایسا عمل نہیں ہے جس پر وہ اجرت کا مستحق ہو، اگر کسی نے ایک خاص شخص کو کہا اگر تو مجھے فلاں چیز پر رہنمائی کرے، تو اتنی اجرت دوں گا، اگر وہ شخص چل کر رہنمائی کرے، تو اس کو مثلی اجرت ملے گی اس کام کی خاطر چلنے کی وجہ سے، کیونکہ چلنا ایسا عمل ہے جس پر عقد اجارہ کے ذریعے (اُجرت کا) استحقاق ہوتا ہے۔۔

اور اگر بائع کی طرف سے محنت و کوشش ودوادوش میں اپنا زمانہ صرف کیا، تو صرف اجر مثل کا مستحق ہوگا، یعنی ایسے کام کی اتنی سعی پر جو مزدوری ہوتی ہے اس سے زائد نہ پائے گا، اگرچہ بائع سے قرارداد کتنے ہی زیادہ کا ہو اور اگر قرارداد اجر مثل سے کم کا ہو، تو کم ہی دلائیں گے کہ سقوط زیادت پر خود راضی ہو چکا۔

خانیہ میں ہے: "ان کان الدلال الاول عرض تعنی وذھب فی ذلک روزگارہ کان لہ اجر مثلہ بقدر عنائہ وعملہ" ترجمہ: اگر پہلے دلال نے اس کام میں مشقت اٹھائی اور اس میں اس کا وقت صرف ہوا، تو اس کو اس کی مشقت و عمل کے برابر اجرت مثل ملے گی۔

(فتاوی رضویہ، جلد 19، صفحہ 452 تا 453، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

تمت بالخیر

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قبر میں ثواب

فرمانِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا ثواب کٹ جاتا ہے مگر تین عمل سے (کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے) (1) صدقہ جاریہ کا ثواب (2) یا اس علم کا ثواب جس سے لوگ فائدہ اُٹھائیں (3) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔

(مشکاۃ المصابیح، ۱/۶۰، حدیث: ۲۰۳)

978-969-722-139-4
01082101

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی
UAN +92 21 111 25 26 92 0313-1139278
www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net